رضاخانیوں کا فرار

ایک تحریری مناظرہ کی دلچسپ علمی روداد

مناظرین

☆ حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ
☆ حضرت علامہ نور محمد ٹانڈویؒ
☆ حضرت مولانا ارشاد احمدؒ فیض آبادی
☆ حضرت مولانا کلیم اللہ نوریؒ
☆ حضرت مولانا عبد الحفیظ رحمانی

مرتّب:

(مولانا) عبد الحفیظ رحمانی



دارالاشاعت دیوبند

رضاخانیوں کا فرار

ایک تحریری مناظرہ کی دلچسپ علمی روداد

مناظرین

☆ حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ

☆ حضرت علامہ نور محمد ٹانڈویؒ

☆ حضرت مولانا ارشاد احمد فیض آبادیؒ

☆ حضرت مولانا کلیم اللہ نوریؒ

☆ حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمانی

مرتب

(مولانا) عبدالحفیظ رحمانی

ناشر

دارالاشاعت، دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلات

نام کتاب : رضا خانیوں کا فرار

مصنف : حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمانی

تعداد صفحات : ۱۶۰

اشاعت اول : مارچ ۲۰۰۴ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : ۵۰/روپے

کمپیوٹر کتابت : کریسنٹ کمپیوٹرس، دیوبند فون: 01336-223183

﴿ناشر﴾

دارالاشاعت، دیوبند 247554

فون: (رہائش) 01336-222469
موبائل ریلائنس 01336-310244
فیکس 01336-223266

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ کتب خانہ حسینیہ دیوبند ☆ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

فہرست عناوین

مصنف کا تعارف

نام: عبدالحفیظ رحمانی ابن حضرت حکیم وحافظ فتح محمد صاحب نور اللہ مرقدہ
رفیق شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند

پتہ: لوہرن۔ ضلع سنت کبیر نگر۔ اتر پردیش۔ پن کوڈ ۲۷۲۲۷۰

تعلیمی لیاقت: فاضل دیوبند، فاضل ادب، فاضل طب، منشی کامل عربی و فارسی بورڈ اتر پردیش۔ ایم اے اردو۔

تصانیف: (۱) آثار امام اعظم (۲) توریت اور یہود اپنے آئینے میں (۳) بائبل اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم (۴) امام نانوتوی کے مجاہدانہ کارنامے۔ (۵) تحریک قیام مدارس کا تاریخی جائزہ (۶) تصوف کی حقیقت اور اس کے مسائل (۷) غیر مقلدین کی خانہ تلاشی۔ (۸) عصر حاضر کا فکری بحران (۹) شخصیت اور شاعری

زیر طبع: رزم حق و باطل، تذکرۂ فخر المفسرین۔ عیسائیوں کو دندان شکن جواب۔ سوانح حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ۔ پسندیدہ مرشد۔

مشغلہ: تصنیف وتالیف

باسمہٖ تعالیٰ

از: حضرت مولانا قمرالدین صاحب گورکھپوری مدظلہ

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ......اما بعد!

جناب مولانا عبدالحفیظ رحمانی رفیق شیخ الہند اکیڈمی نے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اس کا نام ''رضا خانیوں کا فرار'' ہے۔ رضا خانیوں سے تحریری وتقریری مناظرہ کی روئداد ہے، مسلک دیوبند کی طرف سے مناظرین میں حضرت مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا ارشاد صاحبؒ فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند، حضرت علامہ نور محمدؒ ٹانڈوی، حضرت مولانا کلیم اللہؒ نوری ہیں اور یہ تحریری وتقریری مناظرہ کئی دن رہا۔ مناظرہ کی منظرکشی مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمانی نے ایسے دلکش انداز میں فرمائی ہے کہ کتاب کو شروع کرنے کے بعد یہ جی چاہتا ہے کہ کتاب مذکور کو اختتام تک ہی پہنچایا جائے۔ فرقۂ ضالہ بریلویہ کا یہ اچھا خاصا آپریشن ہے اور مسلک دیوبند کو کتاب وسنت اور فقہ حنفی سے پورے طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والوں کو یہ کتاب اپنے پاس رکھنا چاہئے تاکہ رضا خانی مذہب سے واقفیت ہو جائے اور موقع پر اس کی تردید کی جاسکے۔ اور نیز اپنے اکابر علیہم الرحمہ کی طرف سے عمدہ دفاع اور ان کی تصنیفات وعبارات کی اچھی ترجمانی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کی جدوجہد کو قبول فرمائے اور یہ کتاب کو مقبول خاص وعام بنائے۔

(آمین)

قمرالدین غفرلہ
خادم حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند
۲۹ رشوال ۱۴۲۴ھ

عرض مصنف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی جمیع الانبیاء والمرسلین

علماء دیوبند کی ایک عظیم قلمی امانت جو بہت پہلے ملت اسلامیہ کو سپرد کردینی چاہئے تھی اس میں غیر معمولی تاخیر ہوئی ہے۔ اس پر مجھے ندامت وافسوس ہے۔ تاخیر کے اسباب بہت ہیں، ان کا ذکر غیر مفید ہے۔ اس لئے میں بارگاہ صمدیت میں جبین نیاز جھکا کر اس کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں جو بے نیاز ہے۔ اسی کی توفیق ارزانی اور تائید سے یہ کتاب پر منظر عام پر آرہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جس طرح وحدہ لاشریک نے کتاب کی اشاعت کے اسباب مہیا کردیئے ہیں، وہی اس کو گم کردہ راہ فرزندان توحید کیلئے دلیل راہ بھی بنادے گا۔

کتاب میں کیا کچھ ہے، علماء کرام اس کا اظہار کرچکے ہیں۔ اس کا فیصلہ قارئین ہی کریں گے کہ حضرات علماء کرام کے خیالات کس حد تک درست ہیں۔ میں حضرات علمائے کرام کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کتاب پڑھ کا اظہار خیال کیا ہے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور کتاب کو شرف قبول سے نوازیں۔ آمین

کتاب کے ناشر جناب مولانا صدرالزماں کیرانوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے پوری دلچسپی اور فراخ دلی سے اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ جزاہ اللہ خیر بھی الجزا۔

آخر میں عزیزی مولوی عبیدالرحمٰن قاسمی سلمہ (اونچیرا ضلع بستی) اور عزیزم مولوی عبدالغفار قاسمی نیپالی (گنوریا ضلع روپن دیہی، نیپال) کا ذکر نہ کرنا ناسپاسی ہوگی کہ ان دونوں فضلاء دیوبند نے بصد مسرت اصل مسودہ سے تصحیح کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کدو کاوش کا بہتر اجر اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین

محترم قارئین سے مصنف حسن خاتمہ کی دعا کا خواستگار ہے۔ یقین ہے کہ قارئین کرام ضرور دعاؤں میں یاد فرمائیں گے۔

عبدالحفیظ رحمانی

شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

یکم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ ۔ ۲۳ رجنوری ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناظرہ بھن گاؤں (گونڈہ) کا پس منظر

۳ر اپریل ۱۹۷۱ء کو مغرب کی نماز حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہلاوی بستوی نے پڑھائی۔ حضرت مولانا اپنی وضع اور سادگی میں نمونۂ سلف تھے۔ تصنع وتکلف کوسوں دور تھا۔ ماشاء اللہ قوی الاستعداد اور استاذ الا ساتذہ تھے۔ گاؤں میں اس وقت مسجد ایک ہی تھی۔ اسی گاؤں کے ایک باشندے مولوی محمد صدیق ہیں۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ بریلی کے مدرسہ منظر حق کے سفیر ہیں۔ اسی دن وہ اپنے کاروبار سے گھر واپس آئے ہوئے تھے۔ مغرب کی نماز میں وہ بھی شریک ہوئے۔ دیکھا تو ایک ادھیڑ عمر سادہ وضع کے کوئی کم پڑھے لکھے امامت کے لئے مصلی پر موجود ہیں بھنویں تن گئیں لیکن مجبور تھے۔ مقتدی بن گئے۔ نماز مغرب کی سنتوں کے بعد جب الاستاذ مسجد سے باہر آئے تو مولوی محمد صدیق جو پہلے ہی باہر نکل آئے تھے۔ مولانا مرحوم سے اس غلط فہمی میں سوال کر بیٹھے کہ کوئی معمولی پڑھا لکھا دیہاتی ہے۔ حالانکہ مولوی صدیق اگر کچھ پڑھے لکھے ہوتے تو نماز مغرب میں مولانا مرحوم کی قرأت سننے کے بعد سوال واعتراض کی جرأت نہ کرتے لیکن

آں کس کہ نداند وبداند کہ بداند
درجہل مرکب ابد الدہر بماند

مولانا مرحوم سے پوچھا کہ نماز آپ نے پڑھائی ہے؟

مولانا مرحوم...... جی ہاں میں نے پڑھائی ہے۔

مولوی صدیق...... نماز مکروہ ہوگئی ہے۔

مولانا مرحوم...... کیوں مکروہ ہوئی؟ نشاندہی کیجئے۔

مولوی صدیق...... آپ کی آستین مڑی ہوئی تھی۔

مولانا مرحوم...... کیا کہنی کھلی ہوئی تھی؟

مولوی صاحب...... نہیں آستین کو آپ نے تھوڑا سا الٹ لیا تھا۔

مولانا مرحوم...... اس سے تو نماز مکروہ نہیں ہوئی۔ کہنی کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مولوی صاحب...... جی نہیں آستین ذرا بھی الٹی اور مڑی ہوئی ہو تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

مولانا مرحوم...... یہ مسئلہ کہاں لکھا ہے؟ کتاب کا نام بتا دیجئے۔

مولوی صاحب...... جی یہ مسئلہ بہار شریعت میں موجود ہے۔

مولانا مرحوم...... کسی مستند و متداول کتاب کا حوالہ دیجئے اپنی یا اپنے فرقے کی خود ساختہ کتاب کا حوالہ نہ دیجئے۔

مولوی صاحب...... جی ہاں متداول میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔

راقم الحروف کو مولوی صدیق صاحب کے اس جواب پر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ اس موقعہ پر دو چار طلبہ بھی موجود تھے وہ بھی ہنس پڑے مولوی صاحب طیش میں آ گئے۔

ارے وہبڑو! اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟

راقم الحروف! ہنسی آپ کی جہالت پر آ گئی کہ آپ متداول کو کتاب کا نام سمجھ رہے ہیں۔

مولوی صاحب...... تو پھر اور کیا ہے؟

راقم...... یہ کہہ کر تو آپ نے اپنی جہالت کی مزید تائید کر دی۔

مولانا مرحوم...... چھوڑیئے یہ تو مہا جاہل ہے۔ واعرض عن الجاھلین .

مولوی محمد صدیق بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ پھر کبھی مسجد میں نظر نہیں آئے۔ دو چار دنوں میں یہ افواہ سننے میں آئی کہ دیوبندیوں کو چیلنج دینے کیلئے رضاخانی فرقہ جلد ہی ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کریگا۔ چنانچہ مئی ۱۷ء کے پہلے ہفتہ میں رضاخانیوں کے جلسہ کا اشتہار چھپ گیا۔ مقررین میں مولوی مظفر حسین کچھوچھوی، مولوی بدرالدین، مولوی محمد ایوب ٹانڈوی وغیرہم کے نام تھے۔

بھمن گاؤں کے قرب وجوار میں رضاخانی فرقہ کے لوگ کثرت سے آباد ہیں۔ اشتہار کے شائع ہوتے ہی ان لوگوں میں خوشی کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ خوشی میں پاؤں زمین پر

نہیں پڑتے تھے۔ فتح وظفر کے ترانے وقت سے پہلے ہی حسب عادت گائے جارہے تھے۔ اس فرقہ اور دیگر گمراہ فرقوں کا حال یہی ہے کہ وہ اپنی جیت کا سہرا قبل از وقت خود ہی باندھ لیتے ہیں۔

بہرحال ۲۵ مئی ۱۹۷۱ء کو گاؤں کے اتر جانب باغ میں جلسہ رات میں ۹ بجے شروع ہوا۔ روایتی آغاز کے بعد تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مولوی محمد ایوب ٹانڈوی (جو مرض جذام میں مبتلا رہ کر دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں) کی پہلی تقریر تھی یہ حسب عادت اصلاحی تقریر کے بجائے علماء دین کو اپنی تکفیر کا نشانہ بناتے رہے۔ یہ تکفیری گولیاں پہلے بریلی کے کفرساز کارخانے میں تیار ہوتی تھیں اور اب اس کے کارخانے اس کے علاوہ بھی بہت سی جگہوں پر ہیں۔

راقم الحروف قیام گاہ پر تھا، تقریر کی آواز کانوں میں آرہی تھی لیکن متوجہ ذرا بھی نہیں ہوا کہ مقرر کا ہر جملہ اشتعال انگیز ایمان سوز اور اکابر علماء کی دشنام طرازی پر مشتمل ہوگا۔ تقریباً ۱۰ بجے مولوی امتیاز احمد بستوی جو اس وقت پر ابارہ خاں کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے۔ آگئے اور مولوی محمد ایوب ٹانڈوی کی تقریر کے جملے سنانے شروع کئے جو نہایت گھناونے اور اشتعال انگیز تھے۔ مولانا امتیاز احمد بستوی نے جلسہ میں چلنے پر اصرار کیا لیکن میں خود کو آمادہ نہیں کرسکا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر واپس آئے اور کہا کہ مقرر کی باتیں ناقابل برداشت ہیں اور وہ بار بار علماء حق کو چیلنج کر رہے ہیں۔ میں نے کہا آپ نہ جایئے، نہ سنیں گے نہ اشتعال پیدا ہوگا وہ خالی میدان میں چیخ کر چلے جائیں گے۔ اسی اثناء میں حاجی بحر اللہ کے صاحبزادے محمد یوسف سیٹھ بھی آگئے۔ انہوں نے بھی چند باتیں بہت غصے میں سنائیں اور چیلنج کا جواب دینے کا مطالبہ کیا۔ میں نے ان کو حتی الوسع سمجھایا کہ ان کے جلسہ میں جانا قطعاً نامناسب ہے۔ لیکن جب ان کا اصرار حد سے آگے بڑھ کر ضد کی صورت میں نظر آنے لگا تو میں نے چند سوالات کی یہ تحریر لکھ کر محمد یوسف سیٹھ کو دی کہ وہ صدر اجلاس تک پہنچادیں۔ تحریر کے الفاظ یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب صدر صاحب جلسۂ سنیت بھمن گاؤں منعقدہ ۲۵ مئی ۱۹۷۱ء

السلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مولوی امجد علی (گھوسی) کی کتاب ''بہار شریعت جلد اول کے صفحہ ۲۲'' پر یہ عبارت مرقوم ہے کہ

عقیدہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور کے تحت تصرف کردیا گیا جو چاہیں کریں۔ جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہاں میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہان ان کا محکوم ہے۔ اور وہ اپنے رب کے سواء کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم رہے۔ تمام زمین ان کی ملک ہے۔ تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ ملکوت السمٰوات و الارض حضور کے زیر فرمان۔ جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دیدی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے احکام تشریعیہ حضور کے قبضے میں کردیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کیلئے جو چاہیں حلال کردیں اور جو فرض چاہیں معاف کردیں۔ (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۳۲ مولوی امجد علی گھوسی)

سوال صرف اس قدر ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذکورہ تحریر میں جو عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے ثبوت درکار ہیں۔ چونکہ عقائد کا ثبوت بلا اختلاف کتاب وسنت سے ہی ہونا چاہئے۔ اس لئے گزارش ہے کہ جو عقائد بیان کئے گئے ہیں ہر عقیدہ کا ثبوت کتاب وسنت کی آیات کریمہ اور صحیح احادیث نبویہ سے درکار ہے ثبوت فراہم کرکے معلومات میں اضافہ فرمائیں۔

(عبدالحفیظ رحمانی۔ ۲۵ مئی ۱۹۷۱ء)

اس تحریر کو بھیج کر میں خود بھی مولانا امتیاز احمد بستوی کے اصرار پر ان کے ساتھ جلسہ گاہ پہنچ گیا اور ایک گوشہ میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ اتنے میں تحریر بھی اسٹیج تک پہنچ گئی۔ وہ منظر بھی دیدنی تھا۔ اسٹیج کے مقررین میں افراتفری اور بوکھلاہٹ پیدا ہوگئی۔ کوئی دیکھ رہا ہے تو دو چار اور بھی اس کو دیکھنے میں ایک دوسرے سے الجھے ہوئے ہیں۔ براؤں کے محمد صدیق صاحب تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اعصابی مریض ہیں۔ قابو سے باہر ہو گئے اور بدحواسی میں کیا کچھ بک گئے وہ ناقابل بیان ہے۔ آخر میں وہ تحریر مقرر مولوی محمد ایوب کے ہاتھوں میں دے دی گئی۔ مولوی صاحب تو اپنی بدکلامی اور یاوہ گوئی میں مشہور ہی تھے۔ پرچہ ہاتھ میں پکڑتے ہی شروع ہو گئے پرچلی آئی ہے۔ کسی "وہبڑے" نے بھیجی ہے اس کی تو میں ایسی تیسی کردوں گا۔ ہاہاہا پرچلی آئی ہے۔ اسی طرح کے جملے ہر دو چار منٹ پر ان کی زبان سے نکلتے رہے اور علماء دیوبند کو نام بنام گالیاں دیتے رہے۔

۲۰ منٹ کے بعد ان کی تقریر ختم ہوئی اور رضا خانیوں کے مجاہد دوراں مولوی مظفر حسین کچھوچھوی تقریر کیلئے کرسی پر نمودار ہوئے۔ آثار بتا رہے تھے کہ غصہ میں بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تقریر شروع کرتے ہی پرچہ پر برس پڑے۔ تبلیغی جماعت، جمعیۃ علماء ہند دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ وغیرہ کو جی بھر کوسنے کے بعد اسی پرچہ پر واپس آئے۔ لیکن یہ نہیں بتایا اور نہ اشارہ کیا کہ پرچہ میں کیا لکھا ہوا ہے البتہ ہانک پکار کے مغرورانہ لب ولہجہ میں بار بار یہ ضرور کہتے رہے کہ پرچہ لکھنے والے میں ہمت ہو تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ سامنے آجائے۔ دلہنوں کی طرح چھپ کر کسی گوشہ میں نہ بیٹھے۔

میرے پاس مولانا امتیاز احمد اور محمد یوسف سیٹھ بیٹھے تھے۔ دونوں بضد ہو گئے کہ آپ جائیں اور اس کا جواب دیں۔ حالات کے پیش نظر میں انکار کرتا رہا۔ جلسہ ان کا ہے پہلے سے مشتعل ہیں۔ یہاں نہ اپنے افراد ہیں نہ ان کو میرے جلسے میں شرکت کی اطلاع ہے۔ کل تین افراد پر مشتمل جماعت ہے۔ کہیں ہم تینوں تشدد کا نشانہ نہ بن جائیں لیکن محمد یوسف کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ اڑ گئے کہ اگر آپ نہیں جائیں گے تو میں سمجھوں گا کہ رضا خانی حق پر ہیں اور میں اسی گروہ میں شامل ہو جاؤں گا۔ محمد یوسف معمولی پڑھے لکھے

اور گرم مزاج ہیں، طبیعت میں غیر معمولی ضد بھی ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر اب پہلو تہی کرتا ہوں تو یہ ضد میں اپنا ایمان غارت کرلیں گے اور نہ جانے اس کے کتنے برے اثرات مرتب ہوں جبکہ ان کی والدہ پہلے براؤں کی معتقد تھیں۔ میں نے کفر و شرک کی دلدل سے بچانے کیلئے عزم مصمم کرلیا کہ جو کچھ بھی ہو اور جو انجام سامنے آئے مولوی مظفر حسین کے مقابل تو ہونا ہی ہے۔

چنانچہ میں مولانا امتیاز احمد کو ہمراہ لے کر مجمع کے اندر سے گزرتا ہوا اسٹیج کے سامنے مقرر کے مقابل میں کھڑا ہو گیا۔ وہاں تک پہنچنا تھا کہ سارا مجمع کھڑا ہو گیا، لاٹھیاں تن گئیں، گالیوں کے ٹوکرے برسنے لگے، مارو مارو کی آواز سے فضاء گونج گئی۔ اس کے باوجود الحمدللہ پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی اور نہ کسی طرح کی گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ مولوی امتیاز احمد بھی مجاہد صف شکن کی طرح میری داہنی طرف کھڑے تھے۔ اسی اثناء میں مولوی مظفر حسین نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

مظفر..... تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟

راقم..... تحریر بھیجنے والا میں ہوں اور میرا نام عبدالحفیظ رحمانی ہے۔

مظفر..... یہاں آنے کی ضرورت کیا تھی؟

رحمانی..... آپکے بار بار بلانے پر میں آ گیا کہ براہ راست اپنی تحریر کا جواب معلوم کرلوں۔

مظفر..... ارے میاں تم کیوں یہاں آ گئے۔ اس میدان میں تو تمہارے مولوی اسماعیل اور مفتی محمود وغیرہ کو بھی منہ کی کھانی پڑی ہے پیٹھ پھیر کر بھاگے ہیں۔

رحمانی..... میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تم اور تمہارے اسٹیج کے مولوی ایک معمولی تحریر سے حواس باختہ ہیں۔ وہ بھی دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم کے سامنے۔ اتنا سننا تھا کہ براؤں کے محمد صدیق چیخنے لگے اور بدتمیز گستاخ، بیہودہ وغیرہ گندے الفاظ پر اتر آئے۔ میں نے کہا صدیق صاحب بدتمیزی، بیہودگی اور گستاخی تو تم میں اور تمہاری جماعت میں بھری ہوئی ہے۔ میں نے تو مظفر میاں کے تم کا جواب تم سے دیا ہے۔

مظفر..... صدیق میاں کو مخاطب کر کے ارے چھوڑیئے خلیفہ صاحب یہ تو گستاخان رسول کا

ایک فرد ہے۔ان کا شیوہ ہی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ جب یہ بارگاہ رسالت مآب میں گستاخی کرتے ہوئے نہیں ڈرتے تو ہم اور آپ کس شمار وقطار میں ہیں۔

رحمانی......جی ہاں جو لوگ بارگاہ خداوندی میں گستاخیاں اور بدتمیزیاں کرتے ہوئے نہ گھبراتے ہوں وہ علماء وصلحاء کو گالیاں دیتے ہوئے کب گھبرائیں گے۔

مظفر......دیکھا خلیفہ صاحب آپ نے کس طرح اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی ہے۔

رحمانی......زبان قینچی کی طرح نہ چلتی تو تمہارے پر کیسے کٹتے؟

صدیق......بدتمیز کہیں کے، چپ۔

رحمانی......بدتمیزی تو تمہارا شیوہ ہے۔صدیق۔

مظفر......خلیفہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔رحمانی تم بھی جاؤ۔اپنے بڑوں کو بلالو۔تم کیا سمجھوگے؟

رحمانی......ہمارے بڑے علماء سامنے آجائیں گے تو نہ جانے تمہارا کیا حال ہوگا۔یہاں تو ایک نوجوان نے پتہ پانی کر رکھا ہے۔

مظفر......دیکھو اب زیادہ زبان درازی نہ کرو۔ورنہ برا حشر ہوگا۔

امتیاز احمد......مولانا رحمانی صاحب آپ گھبرائیں نہیں۔خدا کی قسم آپ پر آنچ آئی تو پہلی ہی لاٹھی میں مظفر کا کام تمام کردوں گا۔

مظفر......مولوی صاحب تم بیٹھ جاؤ۔

امتیاز......تمہارے کہنے سے بیٹھوں گا۔

مظفر......رحمانی صاحب آپ ہی ان کو بیٹھائیے۔

رحمانی......آپ کے سیکڑوں افراد لاٹھی، ڈنڈا اور غلیلیں تانے کھڑے ہوئے ہیں وہ آپ کو نظر نہیں آتے اور مولوی امتیاز احمد کا سونٹا (موٹی لاٹھی جو ذرا چھوٹی ہوتی ہے) آپ کو خوفزدہ کررہا ہے۔

مظفر......میرے سنی بھائیو۔بیٹھ جاؤ۔(مجمع بیٹھ گیا)

رحمانی......مولوی صاحب آپ بھی بیٹھ جائیں۔(یہ بھی بیٹھ گئے)

مظفر......رحمانی صاحب آپ بھی بیٹھ جائیں اور تقریر سنیں۔
رحمانی......میں تقریر سننے نہیں آیا اپنے سوالات کا جواب لینے آیا ہوں۔وہ بھی آپ کے اصرار پر۔
مظفر......اگر آپ کو جواب درکار ہے تو کوئی تاریخ طے کر لی جائے۔اسی وقت مفصل گفتگو ہو جائیگی۔
رحمانی......اس کا مطلب ہے کہ سوالات اس قدر بھاری ہیں جنکو آپ سہار نہیں سکتے اور راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔
مظفر......میاں تم سمجھو گے نہیں۔رٹے رٹائے سوالات تم نے لکھ کر بھیج دئے۔
رحمانی......یہ قلعی تو ابھی کھل جائیگی کہ تم کتنے پانی میں ہو اور تمہارا مبلغ علم کیا ہے؟
مظفر......تم پھر زبان درازی پر اتر آئے۔
رحمانی......زبان درازی نہیں۔جواب ترکی بترکی ہے۔کان کھول کر سن لو۔
مظفر......اچھا بیٹھ جایئے۔تقریر کرنے دیجئے۔
رحمانی......تقریر تو آپ جواب کے بعد ہی کر سکیں گے۔اگر جواب نہیں بن پڑ رہا ہے تو مجمع عام کے سامنے سوالات سنا دیجئے۔ورنہ مجھے سنانے کی اجازت دے دیجئے۔
مظفر......میرے جلسہ میں آپ کو بولنے کا کوئی حق نہیں۔
رحمانی......اسی لئے تو اجازت طلب کر رہا ہوں۔صرف ۱۵ منٹ کا موقعہ دید یجئے۔
مظفر......ایسا نہیں ہو سکتا۔
رحمانی......پھر جواب دیجئے پیٹھ نہ دکھایئے۔
مظفر......پیٹھ نہیں دکھا رہا ہوں۔تم پر رحم کر رہا ہوں۔
رحمانی......تم اپنے اوپر رحم کر رہے ہو۔ورنہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔
مظفر......میں تو بار بار کہہ رہا ہوں کہ باضابطہ مناظرہ کرلو اور مابین کوئی تاریخ طے کر لی جائے۔
رحمانی......یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ راہ فرار اختیار کر رہے ہو۔تمہارے اندر مناظرہ کی سکت نہیں ہے۔

مظفر......دیکھو اب فضول بات نہ کرو۔ مناظرہ کی تاریخ اور شرائط طے کرلو۔
رحمانی......الحمدللہ میں جیتا اور تم ہارے۔ مناظرہ تمہارے بس کا نہیں ہے۔ اگر ہے تو آؤ میرے سوالات کا جواب دو۔
مظفر......دیکھنا مناظرہ میں وہابیوں کی کیا گت بنتی ہے؟
رحمانی......تمہاری گھبراہٹ اور فرار دیکھ کر تو یقین ہے کہ مناظرہ ہوا تو تم نہیں آؤ گے۔
مظفر......ہاہاہاہا۔ میں نہیں آؤں گا۔ تمہاری بھول ہے میاں۔ دیکھنا مناظرے میں کیا گت بناتا ہوں۔
رحمانی......تمہاری درگت تو سارا مجمع دیکھ رہا ہے اور اس سے بڑھ کر رسوائی کیا ہوگی؟ اسی لئے تم مناظرے میں نہیں آؤ گے۔
مظفر......میں ہی اپنی جماعت کا مناظر اول رہوں گا۔
رحمانی......اور میں تمہارے مقابلے میں رہوں گا۔ لیکن نہ تم آؤ گے نہ مقابلہ ہوگا۔
مظفر......یہ تو وقت ہی بتائے گا۔
رحمانی......جی ہاں وقت ہی بتائے گا کہ تم میدان مناظرہ میں نہیں ہو۔
مظفر......اچھا بیٹھ جاؤ۔ جلسہ کے بعد مناظرہ کی تاریخ اور شرائط طے ہوں گے۔
رحمانی......مجھے صرف پانچ منٹ کا موقعہ دیدو۔ اپنے سوالات مجمع کو سنادوں۔
مظفر......سنی بھائیو کھڑے ہو جاؤ۔ صلوٰۃ وسلام ہوگا۔

پورا مجمع کھڑا ہو گیا اور میں اور میرے ساتھی مولانا امتیاز احمد بیٹھ گئے۔ صلوۃ وسلام کے بعد ہم دونوں کو اسٹیج پر بلا لیا گیا اور مناظرے کے شرائط طے ہو گئے۔ تاریخ ۲۵ جون ۱۹۷۱ء متعین ہوئی۔ اشتہار کے اخراجات دونوں فریق نے برداشت کئے۔ شرائط کو باضابطہ قانونی شکل دی گئی اور دستخط کرنے والوں میں فریق اول محمد صدیق اور عبدالغفار تھے۔ فریق ثانی۔ عبدالحفیظ رحمانی اور عبدالمجید تھے۔ اشتہار شائع ہونے سے پہلے مناظرہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ دونوں فریق نے اپنی اپنی بساط کے مطابق انتظامات کئے اور فریقین نے اپنے اپنے علماء کرام اور مناظرین کو میدان مناظرہ میں اتارا۔

۲۴ جون ۱۷۱ء کی شام کو حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ، حضرت مولانا سید ارشاد احمد صاحب ؒ مبلغ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا نور محمدؒ ٹانڈوی ،حضرت مولانا کلیم اللہ نوری ،حضرت مولانا رشید الدین حمیدی، حضرت مولانا عبد المبین منظرؒ حضرت مولانا سید فخر الحسن مہلاویؒ اور بہت سے علماء کرام۔ حفاظ اور شعراء اسلام بھمن گاؤں پہنچ گئے تھے اور ۲۵ جون کو بیرونی اور مقامی علماء کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہوگیا۔

رضا خانی فرقہ کے علماء میں مولوی مشتاق احمد نظامی، مولوی بدر الدین، مولوی محمد صدیق، مولوی قمر الزماں، مولوی حبیب الرحمان وغیرہم اپنے اسٹیج پر دکھائی دیئے۔

مناظرہ کا مقام بھمن گاؤں کا جنوبی وسیع وعریض باغ طے ہوا ہمارا اسٹیج مغرب میں تھا اور رضا خانیوں کا اسٹیج اسی کے مقابل مشرق میں تھا۔ یعنی قدرت نے فیصلہ سنا دیا کہ امامت کا حق علماء دیوبند کو ہے اور اگر رضا خانی اقتداء کیلئے آمادہ نہیں ہیں تو ان کی محرومی ہے۔

پورا باغ رسیوں سے گھرا ہوا تھا۔ فریقین کے عوام کو الگ الگ رکھنے کیلئے باغ کے وسط میں رسیاں تنی ہوئی تھیں۔ دونوں طرف کی رسیوں میں دو میٹر زمین کا فاصلہ تھا۔ اسی خالی جگہ میں پولیس کا حفاظتی دستہ تعینات تھا۔

آغاز مناظرہ

جمعہ کی نماز کے بعد میں فاتح رضا خانیت علامہ نور محمد ٹانڈوی کو ہمراہ لیکر اپنے اسٹیج پر گیا۔ خطبۂ ماثورہ کے بعد میں نے سورۂ منافقون کی چند آیات کریمہ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد میں نے مولوی محمد صدیق اور عبد الغفار کو آواز دی کہ حسب شرائط مناظرہ کا آغاز ہونا چاہئے۔ آپ بحیثیت فریق اول تحریر بھیج کر مناظرہ کا افتتاح کیجئے اور اگر آپ تیار ہوں تو پہلے ہم دونوں یکے بعد دیگرے تقریری صورت میں اپنے اپنے موقف کا اظہار کرلیں اور اگر ایسا نہ ہو تو تحریر دیجئے اور جواب میں تحریر وصول کیجئے۔ ہر فریق کو حق حاصل ہوگا کہ وصول شدہ تحریر کو پڑھ کر سنائے اور اس کی مختصر وضاحت اور اس پر جو اعتراض کرنا چاہے وہ مقررہ وقت میں پیش کرے۔

کہرام...... اتنا سننا تھا کہ کہرام برپا ہوگیا۔ رضا خانی علماء اور عوام چیخنے لگے نہیں نہیں ایسا

نہیں ہوگا۔ تقریر مولوی مشاہد رضا خاں کریں گے اور وہی مناظر اول ہوں گے۔ یہ چیخ و پکار رضاخانی اسٹیج اور مجمع سے آرہی تھی۔

میں نے کہا یہی بات مولوی محمد صدیق صاحب لاؤڈ اسپیکر سے خود کہیں۔ آپ لوگ بوکھلاہٹ میں شور نہ مچائیں ابھی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ مولوی مشاہد رضا خاں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں مناظر اول ہوں۔ اور پہلے تقریر کیلئے آمادہ ہوں۔

رحمانی......اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے اصل فریق اور مدمقابل مولوی محمد صدیق ہار گئے۔ وہ کھڑے ہوکر اعلان کردیں کہ میرے اندر مناظرہ کرنے کی اہلیت نہیں ہے اور میں اپنی شکست کا اعلان کرتا ہوں۔ میری طرف سے مناظرہ مولوی مشاہد رضا خاں یا اور کوئی مولوی کریں گے۔

مشاہد......کیسی شکست غلامان امام احمد رضا بھی کہیں ہارتے ہیں۔

رحمانی......جی ہاں آپ کے فرقہ کا حال تو یہی ہے نا۔ کبھی ہار کر نہ ہارے۔ فتح وظفر کا اشتہار تو چھپ گیا ہوگا۔

مشاہد......چھوڑیئے فضول باتوں کو اور کام کی بات کیجئے۔

رحمانی......میں فضول بات نہیں جانتا یہ کام ہی کی بات ہے کہ مولوی صدیق صاحب مناظرہ کا افتتاح کرتے ہوئے اپنی نااہلیت کا اعلان کردیں۔

مجمع سے......نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ علماء دیوبند۔ زندہ باد۔ کے فلک شگاف نعروں سے فضاء گونج گئی۔

مشاہد......مجمع کو خاموش کیجئے۔ بلاوجہ کیوں چیخنے لگے۔

رحمانی......یہ چیخ و پکار نہیں ہے۔ اللہ اکبر کی صدائے پرجلال ہے۔ نعرۂ تکبیر کی توہین سے بچیئے اور مولوی صدیق کو بلایئے وہ اپنی زبان سے شکست کا اعلان کریں۔

مشاہد......آپ خلاف ضابطہ بات کررہے ہیں۔

رحمانی......ضابطہ یہی ہے کہ پہلے چیلنج کرنے والے میدان میں اتریں۔ ان کے بعد حامیوں کی نوبت آئیگی۔

مشاہد......آپ مجھ سے کیوں گھبرارہے ہیں۔

رحمانی......الحمدللہ۔ اہل حق پر کبھی گھبراہٹ طاری نہیں ہوتی اگر اسٹیج پر موجود ہوں تو اپنے مجاہد دوراں مولوی مظفر حسین کچھوچھوی سے پوچھ لیجئے۔

مشاہد......حضرت مجاہد دوراں کے سامنے تو آپ کی زبان نہیں کھل سکتی۔

رحمانی......تو بلایئے اپنے مجاہد دوراں کو پھر دیکھئے کہ زبان کھلتی ہے یا نہیں۔

مشاہد......پہلے مجھ سے بات کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کیجئے۔

رحمانی......نتیجہ تو معلوم ہو گیا کہ مولوی صدیق ہار گئے اور مجاہد دوراں کہیں چھپے بیٹھے ہیں۔

مشاہد......حضرت مجاہد دوراں کسی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے۔

مجمع سے......نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ اسلام زندہ باد۔ علماء دیوبند زندہ باد۔ (فضا نعروں سے گونج گئی۔)

رحمانی......جی ہاں۔ مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ میرے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہیں کریں گے یہ بات تو میں نے ان سے ۲۵ مئی اےء کے جلسہ میں کہی تھی اور یہ چیلنج کیا تھا کہ اگر آپ آئے تو آپ کے مقابل میں ہی رہوں گا۔ الحمدللہ مولوی مظفر حسین بھی شکست کھا کر بیٹھ گئے۔

مجمع سے......نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ اسلام زندہ باد۔ علماء دیوبند۔ زندہ باد۔

مشاہد......شکست کھا کر یا گھبرا کر نہیں بیٹھ گئے۔ علالت کی وجہ سے تشریف نہیں لائے۔

رحمانی......تو مولوی محمد صدیق ان کی طرف سے تحریر بھیج کر شکست کا اعتراف کر لیں یا علالت نامہ بھیج دیں۔ ورنہ ہم تو فرار ہی سمجھیں گے۔

مشاہد......آپ کا جو جی چاہے وہ سمجھ لیں۔ ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا ہے۔

رحمانی......ہم نے تو اسکو شکست مانا ہے۔ ورنہ ضرور آتے۔ جلسہ میں بھی انہوں نے دامن چھڑایا تھا الحمدللہ دو مناظر تو ہارے۔ مولوی محمد صدیق اور مولوی مظفر حسین کچھوچھوی۔

مجمع اس نوک جھونک سے تنگ آ گیا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ مولوی صدیق کو میدان میں اتارو۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ بریلوی ہار رہے ہیں اسی لئے صدیق کو سامنے لاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ اب مجمع ٹولیوں میں بٹ چکا تھا۔ یہ آپس میں اس نوک جھونک پر گفتگو کر رہے تھے جو

میرے اور مولوی مشاہد کے مابین مناظرہ کے موضوع پر تبادلہ خیال ہو رہا تھا۔ مجمع میں بہت سے غیر مسلم بھی شریک تھے وہ بھی بریلوی مولویوں کی ہٹ دھرمی اور بیجا ضد پر افسوس کر رہے تھے بہت سے لوگوں سے یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ بھائی پہلے تو مقامی مولویوں میں ہی بحث ہونی چاہئے۔ پھر باری باری دونوں طرف کے مولوی آمنے سامنے آئیں۔

مجمع بھی دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ دیوبندی اور بریلوی۔ ان کی گفتگو میں اتنی شدت پیدا ہو رہی تھی جس سے نقض امن کا اندیشہ ہو رہا تھا۔ لوگ ہانک پکار کر کہہ رہے تھے کہ اور کوئی ہارے یا نہ ہارے مولوی صدیق اور مولوی مظفر حسین تو ہار ہی گئے۔ غیر مسلموں کے منہ سے بھی یہی بات نکل رہی تھی۔ شور وغل سے مجمع میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہنگامہ اپنے شباب پر تھا۔ مجبور ہو کر داروغہ نے مداخلت کی اور فریقین سے ایک ایک نمائندہ کو طلب کیا۔ تاکہ دوبدو گفتگو سے کسی نتیجہ تک پہنچا جا سکے۔ چنانچہ اصل فریق کی حیثیت سے نمائندگی کیلئے علماء دیوبند نے میرا ہی انتخاب کیا اور علماء بریلی نے مولوی مشتاق احمد نظامی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

فریقین مناظرہ گاہ کے وسطی مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں پولیس حفاظت کیلئے موجود تھی۔ مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ ہر شخص کو انتظار تھا کہ مسئلہ کا کوئی حل سامنے آئے اور باضابطہ مناظرہ کا آغاز ہو جائے۔ اور اس نوک جھونک کا سلسلہ بند ہو جو دیر سے جاری ہے اور بالکل لاحاصل ہے۔

داروغہ جی مولوی مشتاق احمد نظامی سے مخاطب ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپ کا کیا مطالبہ ہے؟

نظامی ...... ہمارا مطالبہ ہے کہ تحریری مناظرہ سنایا جائے اور ہر فریق کا نمائندہ اپنی اپنی تحریر سنائے۔

رحمانی ...... آپ دیر سے میری اور مولوی مشاہد رضا کی گفتگو سن رہے ہیں۔ تحریر سنانے کا مطالبہ تو پہلے ہم ہی نے کیا ہے حالانکہ طے شدہ شرائط میں سنانے کا کوئی اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ لیکن مناظرہ کی کاروائی سے مجمع کو باخبر رکھنا اخلاقی فریضہ ہے۔

داروغہ...... پھر کیا جھگڑا ہے۔آپ دونوں اپنی اپنی تحریر سنائیں۔

نظامی...... تحریر سنانے کے بارے میں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ ہر فریق جس سے چاہے تحریر پیش کرادے۔

رحمانی...... اس سلسلہ میں مجھے یہ کہنا ہے کہ نمائندگی کی بات اس وقت تسلیم ہوگی جب اصل فریق اور مدمقابل مولوی محمد صدیق جو آپ کے بقول ذی استعداد فاضل بریلی ہیں۔اپنی شکست تسلیم کرلیں کہ وہ میرے مقابلہ سے عاجز ہیں۔

داروغہ جی...... نظامی صاحب! ان کی بات تو وزن دار ہے کہ جب اصل فریق مولوی صدیق ہیں اور وہ بھی پڑھے لکھے ہیں اور اسٹیج پر آنے کی ہمت نہیں ہے تو صرف ان کے مقابلہ میں شکست تسلیم کر لینے میں کیا حرج ہے؟

نظامی...... داروغہ صاحب! یہ جھول دے رہے ہیں اور اسی کو اپنی جیت کا پرچم بنالیں گے۔

داروغہ...... یہ جھول تو ہے نہیں۔بات بالکل صاف ہے کہ مولوی صدیق ان کے مقابلہ میں ہارے ہوئے ہیں۔

رحمانی...... داروغہ جی! اصل فریق کی حیثیت سے مولوی صدیق صاحب کو بلا لیجئے۔چند باتیں براہ راست ان سے ہو جائیں۔

نظامی...... صاحب وہ نہیں آئیں گے اور نہ گفتگو کریں گے۔

داروغہ...... اس کا مطلب ہے کہ مولوی صدیق جھگڑا کرانا جانتے ہیں خود لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

نظامی...... صاحب ایسا تو نہیں ہے مولانا صدیق صاحب بڑے عالم ہیں۔ہم ہی ان کو میدان میں لانا نہیں چاہتے۔

رحمانی...... جب وہ بڑے عالم ہیں تو ان کو روکنا زیادتی کی بات ہے۔

نظامی...... مناظرہ جب خود ہی کرنا تھا تو دور دراز سے علماء کو بلانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

رحمانی...... نظامی صاحب غالبا اصول مناظرہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہیں۔مناظرہ باری باری کیا جاتا ہے تمام مناظر بیک وقت مناظرہ نہیں کرتے۔ایک کی شکست کے بعد

ہی دوسرا آتا ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر ہمارا مطالبہ ہے کہ مولوی صدیق صاحب اپنی شکست تسلیم کر کے جس کو چاہیں اپنا مناظر بنالیں۔ میرا جی چاہے گا تو میں بھی کسی مناظر کو نامزد کردوں گا ورنہ خود ہی مناظرہ کروں گا۔ یہ بات تو میں نے اس وقت بھی بہانگ دہل کہی تھی جب مولوی مظفر حسین کچھوچھوی کو میں نے مجمع عام میں شکست دیدی تھی۔

داروغہ...... نظامی صاحب! ان کی باتیں تو ٹھیک لگتی ہیں۔ سب پہلوان باری باری ہی لڑتے ہیں اور پہلے وہی پہلوان لڑتے ہیں جو ایک دوسرے کو چیلنج کرتے ہیں۔

نظامی...... داروغہ صاحب! آپ بھی مغالطہ میں آگئے۔ یہ اپنے داؤں پیچ سے شکست تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔

داروغہ...... دیکھئے مولوی صاحب مجھ سے بے تکی بات نہ کیجئے۔ میں بالکل ٹھیک سمجھ رہا ہوں کہ مولوی صدیق انکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کو بلائیے وہ لکھ کر دیدیں۔

نظامی...... ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے مجھے نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔

رحمانی...... داروغہ جی ٹھیک ہے کہ انہوں نے نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔ ان کو بلائیں اور مولوی صدیق صرف اتنا لکھ کر دیدیں کہ میں ان سے گفتگو کرنے سے عاجز ہوں۔ اس لئے فلاں شخص کو نمائندہ نامزد کرتا ہوں۔

داروغہ...... مولوی صاحب اب تو بات بالکل صاف ہوگئی۔ ان کو بلائیے اور وہ یہی بات لکھ کر دیدیں۔

نظامی...... داروغہ صاحب! آپ کو یہ پھر دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ ہم سے گھما پھرا کر شکست ہی تسلیم کرانا چاہتے ہیں اور آپ اسی کی تائید کر رہے ہیں۔

داروغہ...... (ذرا بھپر کر) میں آپ کو بے تکی بات پر ٹوک چکا ہوں۔ بلا وجہ مولوی صدیق کی ہار کو چھپانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ دم ہو تو ان کو بلائیے۔

نظامی...... مولوی صدیق ہارے کہاں ہیں۔ مجھ کو نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔

رحمانی...... داروغہ جی۔ یہ نمائندگی کی تحریر پیش کریں۔ دیکھا جائے اس میں کیا لکھا ہے۔

داروغہ...... اب تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ آپ تحریر ان کو دیدیں۔

نظامی......مولوی صدیق صاحب نے مجھ سے زبانی کہا ہے۔
رحمانی......مناظرہ تحریری ہو رہا ہے اور اجازت زبانی دی جارہی ہے۔
داروغہ......اس میں کیا پریشانی ہے۔ان کو بلائیے وہ لکھ کر دیدیں۔
نظامی......کیا ان کو میری باتوں پر یقین نہیں ہے۔
رحمانی......الٹ پھیر اور تحریف کا اندیشہ نہ ہوتا تو مناظرہ کی شرط تحریری کیوں ہوتی؟ زبانی مناظرہ ہوتا۔
نظامی......یہ شرط تو آپ کی طرف سے تھی جس کو ہم نے بطور مجبوری تسلیم کرلیا تھا۔
رحمانی......جی ہاں یہ شرط ہم نے ہی لگائی تھی تاکہ آپ کیلئے ردوبدل کی گنجائش نہ رہے اور تحریری نمائندگی کا مطالبہ بھی اسی لئے ہو رہا ہے تاکہ آپ اس کا انکار نہ کرسکیں۔
داروغہ جی......اسی پر بات ختم کیجئے اور ان کو بلوا کر لکھوا دیجئے۔
نظامی......میں لکھا کر لاتا ہوں۔
رحمانی......لکھا کر لانے کا کیا مطلب ہے۔ان کو یہیں بلائیے۔داروغہ جی بھی یہی کہہ رہے ہیں۔
نظامی......لکھا کر لانے میں کیا حرج ہے؟
داروغہ......ان کو یہیں آنا پڑے گا۔
رحمانی......عبدالغفار صاحب جو ان کے ساتھی ہیں وہ بھی آئیں۔
نظامی......آپ اپنے ساتھی عبدالمجید کو بھی بلائیں۔
رحمانی......بہت اچھا کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے۔
نظامی......داروغہ جی۔ان کو روکئے۔یہ بھڑکانے کی بات نہ کریں۔
داروغہ......کوئی ایسی بات تو نہیں کہی ہے انہوں نے۔
نظامی......آپ کی گفتگو سے طرفداری کی بو آتی ہے۔
داروغہ......(مشتعل ہوکر گرجدار آواز میں) چلو جب میں طرفدار ہوں تو اب مناظرہ پہلے یہی دونوں کریں گے۔اب کوئی طاقت اس فیصلہ کو بدل نہیں سکتی۔

رحمانی......الحمدللہ مراد پوری ہوئی۔

مجمع (بے اختیار ہوکر) ......نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ اسلام زندہ باد۔ مولانا رحمانی زندہ باد۔ علماء دیوبند زندہ باد۔ فضا نعروں سے گونج گئی۔

نظامی......داروغہ صاحب یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجمع پر کنٹرول کیجئے۔

داروغہ......بس آپ چپ رہئے۔ میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ مولوی صدیق کو بلایئے۔ پہلے یہ دونوں مقابلہ کریں۔

رحمانی......داروغہ جی میں بالکل تیار ہوں۔ مولوی صدیق کا جی چاہے تو زبانی مقابلہ کریں۔ ورنہ تحریری مناظرہ شروع کر دیں اور اپنی اپنی تحریر سنا کر ۵ منٹ اس تحریر کی وضاحت کریں۔

نظامی......زبانی مناظرہ کیلئے ہم تیار ہیں۔ لیکن مولوی صدیق مناظر نہیں ہوں گے۔

داروغہ...... پہلا مناظرہ تو انھیں کو کرنا ہوگا۔ خواہ زبانی ہو یا تحریری۔ دونوں صورتوں میں پہلا مقابلہ انھیں کو کرنا ہوگا۔

نظامی ......ہمیں یہ شرط منظور نہیں ہے۔ ایسی صورت میں مناظرہ صرف تحریری ہوگا۔ سنایا نہیں جائیگا۔

رحمانی......پھر اشتہار چھاپنے اور علماء کو بلانے کی ضرورت نہیں تھی۔

داروغہ......بالکل ٹھیک بات ہے۔ تحریر تو سنائی جائیگی۔ میری ایک رائے ہے اس پر آپ دونوں متفق ہو جایئے۔ پہلے یہ اور مولوی صدیق صاحب مناظرہ کریں۔ ان کی ہار جیت کے بعد دوسرے کو طے کرلیں۔

نظامی......یہ بات تو آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔

رحمانی......میں آپ کی رائے سے بالکل متفق ہوں۔

داروغہ......لیکن یہ تو نہیں مانتے۔

نظامی......ایسی صورت میں مناظرہ صرف تحریری ہوگا۔

رحمانی......تحریر سنائی جائے گی اور مولوی صدیق صاحب سنائیں گے۔ ورنہ وہ لکھ کر دیدیں کہ میں تحریر سنانے اور زبانی مناظرہ سے قاصر ہوں۔

نظامی......تا کہ اپنی فتح کا ڈھول بجائیں۔

رحمانی......ڈھول تاشہ تو آپ کا شعار ہے نظامی صاحب۔ محرم قریب ہے۔

نظامی......داروغہ صاحب ان کو منع کر دیجئے کہ فضول باتیں نہ کریں۔

رحمانی......داروغہ جی! ڈھول بجانے کا الزام یہ ہم پر عائد کرنا چاہتے ہیں جبکہ محرم میں ڈھول بجانا انھیں کا کام ہے۔

داروغہ......اچھا بند کیجئے یہ سلسلہ اور مناظرہ کی بات کریں۔

نظامی......میں تو بار بار کہہ چکا ہوں کہ مناظرہ کیا جائے اور مناظر طے کر لئے جائیں۔

رحمانی......اور مناظرہ سے راہ فرار کون اختیار کر رہا ہے۔ میں یا مولوی صدیق۔

نظامی...... پوسٹر میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مولانا محمد صدیق صاحب مناظرہ کریں گے۔

رحمانی......تو کیا مولوی صاحب صرف لڑانے کیلئے میدان میں اتر گئے۔

داروغہ...... مسکراتے ہوئے۔ چھوڑیئے وہ تو ہارے ہوئے ہیں۔

رحمانی......تو وہ لکھ کر دیدیں کہ میری طرف سے مناظرہ فلاں فلاں کریں گے۔ میں مجبور اور عاجز ہوں۔

نظامی......ہم لکھ کر تو نہیں دے سکتے۔

داروغہ......اچھا اگر یہ لکھ کر نہ دیں تو زبانی اسٹیج پر لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کر دیں کہ میری طرف سے فلاں مولانا مناظرہ کریں گے۔

رحمانی......چلئے یہی سہی۔ ہمیں منظور ہے لیکن ٹیپ ریکارڈ کیلئے ۱۵ منٹ کا موقعہ درکار ہے۔ تا کہ یہ بات بدل نہ سکیں۔ اسی ٹیپ سے ہم تحریر لکھ کر دستخط کرائیں گے۔

نظامی......داروغہ صاحب! ہم اس اعلان کیلئے تیار نہیں ہیں۔

داروغہ......اچھا اپنے کیمپ میں جا کر مشورہ کر لیجئے۔

مولوی مشتاق احمد نظامی اپنے کیمپ میں پہنچ گئے اور میں نے اپنے اسٹیج سے پوری گفتگو سنائی ہمارے علماء کرام نے مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا یہ صرف مولوی محمد صدیق اور مولوی مظفر حسین کچھوچھوی کی شکست فاش نہیں بلکہ پورے رضا خانی فرقہ کی ہزیمت ہے

اور وہ سراسر مناظرہ سے بھاگ رہے ہیں۔ ہمارے عوام خوشی سے بلیوں اچھل رہے تھے۔ ادھر صف ماتم بچھی تھی۔ اسٹیج کا یہ حال تھا کہ اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی۔ افراتفری کا وہی عالم تھا جو ۲۵ رمئی کو رضا خانی جلسہ میں رونما ہوا تھا۔ مجمع کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ مطالبہ زوروں پر تھا کہ مولوی صدیق معذرت کرکے دوسرے مولوی کا انتخاب کردیں۔ لیکن مولوی صدیق میں کہاں اتنا دم خم کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کے سامنے کھڑے ہوجاتے۔ مولوی مشتاق احمد نظامی بھی اب دوبدو گفتگو سے کترارہے تھے۔ مولوی قمرالزماں اعظمی تک ددو میں تھے۔ داروغہ جی نے عوام کو بے قابو دیکھ کر ہماری طرف رخ کیا۔ ہمارے علماء نے انہیں کو حکم مانتے ہوئے کہا کہ آپ ہی بتایئے کہ کون دامن چھڑا رہا ہے۔ کیا وہ ہارے نہیں ہیں؟ داروغہ جی نے نہایت حقارت آمیز لہجے میں کہا کہ ہزار لعن طعن کرنے پر بھی نہیں شرماتے۔ آپ ہی لوگ کچھ نرم پڑجایئے آخر تو ان کو ہارنا ہی ہے۔

بہت اچھا ہم آپ کی بات تسلیم کرلیتے ہیں۔ ہم مولوی صدیق کی آواز ٹیپ نہیں کریں گے۔ وہ لاؤڈ اسپیکر سے معذرت کردیں۔ داروغہ جی نے کہا اب تو کوئی بات ہی نہیں رہ گئی۔ ہم ان کو اس بات پر راضی کرلیں گے۔ یہ کہہ کر داروغہ جی رضا خانی کیمپ میں چلے گئے اور بہت دیر کے بعد واپس آکر خالص اپنی زبان میں کہا۔ .... یہ بات بھی نہیں مانتے۔ اب آپ جو چاہیں کریں۔ داروغہ جی ہم شکست تسلیم کرائے بغیر دوسرے کو قبول نہیں کریں گے۔ داروغہ جی نے کہا انصاف تو یہی ہے۔

اسی اثناء میں افواہ پھیلائی گئی کہ پولیس دیوبندی علماء کی طرفداری کررہی ہے اور رضا خانی علماء پولیس کے خلاف کارروائی کررہے ہیں۔ اس کا اعتراف مولوی مشتاق احمد نظامی نے مناظرہ کی روداد میں کھلے لفظوں میں کیا ہے۔ ناظرین بنظر انصاف ہماری گفتگو پر نظر ڈالیں اور خدارا بتائیں کہ پولیس نے کیا حمایت کی ہے۔ کیا انصاف کا گلا گھونٹنا ہی غیر جانبداری ہے حالانکہ سچی بات تو یہی ہے کہ پولیس غیر جانبدار رہی اور جو کچھ اس نے کہا انصاف کے پیش نظر اور مسئلہ کے حل کیلئے کہا لیکن رضا خانی فرقہ کو اپنی عادت کے مطابق نہیں ماننا تھا۔ نہ مانا اور اپنی شکست کو فتح بنانے کی بھرپور کوشش کرتا رہا۔ جس کا ایک منظر آپ کے سامنے آچکا ہے۔

ادھر ہمارے عوام اور حق کے متبعین کا یہ حال تھا کہ رضا خانی مجمع کے بھوک، پیاس کے مارے ہوئے لوگوں کی خبر گیری میں مصروف رہا۔ اُدھر نہ کھانے کا انتظام نہ بیٹھنے کی جگہ بہت سے رضا خانی گرے پڑے آموں سے اپنی بھوک مٹا رہے تھے اور اکثریت ہمارے دستر خوانوں کی ریزہ چینی کر رہی تھی۔ حاجی بحر اللہ۔ عباس علی خاں اور حاجی ضیاء اللہ نے کھانے پینے کا قابل تعریف انتظام کیا تھا۔ کسی سے نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ دریائے سخاوت رواں تھا سب اس سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ گبرو مسلماں کا کوئی امتیاز فیض رسانی میں نہیں برتا گیا۔ نہ جانے کتنے بندگان خدا اس برتاؤ سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہوں نے کھلے الفاظ میں اخلاق کریمانہ کی تعریف کی۔ ایک لطیفہ یہ بھی پیش آیا کہ باغ جس میں مناظرہ ہو رہا تھا دیوبندیوں کا تھا۔ ہر قسم کے آموں سے ہمارے علماء اور عوام لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ منظر رضا خانی علماء سے دیکھا نہ گیا۔ منہ سے رال ٹپکنے لگی تا اینکہ ان مولویوں نے اپنے لوگوں سے دو ایک درختوں سے تڑوا لئے۔ باغ کے مالکان نے باز پرس کی تو کمال بے حیائی سے ان شکم پرور مولویوں نے ان آموں کو مال غنیمت قرار دیا۔

تحریری باز پرس کی گئی تو بھی یہی جواب ملا۔ یعنی شکم پروری میں حلال وحرام کی تمیز لایعنی ہے۔ (معاذ اللہ)

اس کے علی الرغم ہمارے علماء کرام آموں کا ٹوکرا رکھتے ہی پوچھتے تھے۔ آم کہاں سے لائے۔ حضرت ہمارے باغ کا اور ہمارے درختوں کا ہے۔ ایک طرف یہ احتیاط اور دوسری طرف ''مال دشمناں نصیب غازی'' کا تحریری جواب ملتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رضا خانی مولوی چوری، ڈکیتی اور مال غنیمت میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ ورنہ ایسی بات منہ سے نہ نکالتے۔ مناظرے کے آخری دنوں میں ہمارے خورد ونوش کے منتظمین نے رضا خانی مجمع پر تیکھی نگاہ ڈالنا شروع کر دیا کہ اب وہ ہمارے دستر خوان سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ کڑی نگرانی کے باوجود معدودے چند تو کسی طرح دستر خوان پر پہنچ ہی جاتے تھے۔ ان کی حالت دیدنی ہوتی تھی گربۂ مسکین کی طرح حاشیہ پر دبکے بیٹھ جاتے اور بلیوں ہی کی طرح نظر بچا بچا کر پیٹ بھر لیتے۔ کبھی کوئی ہش کر دیتا تو چونک جاتے اور ہاتھ سمیٹ لیتے۔ مبادا کوئی ہاتھ پکڑ کر اٹھا نہ دے۔

ان حالات میں ۲۵ ؍جون ۱۹۷۱ء کی شام سے خاموش تحریری مناظرہ جاری رہا۔ ہر چند رضاخانی مولویوں نے فرار کے راستے تلاش کئے لیکن وہ مسدود تھے۔ چارو ناچار پرچہ بازی شروع ہوگئی۔ اس کے باوجود ہماری طرف سے مطالبہ وقفہ وقفہ سے ہوتا رہا کہ مولوی صدیق پرچہ سنانے پر آمادہ ہوجائیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکتے تو ہمیں تحریری اجازت دیدیں کہ ہم آپ کی تحریر سنا کر متعین وقت میں اس کا پوسٹ مارٹم کردیں۔ بھلا وہ یہ کب ماننے والے تھے۔ مانتے تو خاموش مناظرہ کیوں ہوتا۔ بولتا ہوا مناظرہ ہوتا جس سے سارا مجمع مستفید ہوتا اور عوام وخواص کی گالیاں سننے میں نہ آتیں یہ خاموش مناظرہ روز وشب ۳۰ ؍جون تک جاری رہا۔ دونوں طرف سے تحریروں کا لین دین چلتا رہا۔ انشاء اللہ یہ تحریریں عنوانات اور ضروری تشریح کیساتھ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

مناظرہ کے تیسرے دن سے ہی رضاخانی کیمپ میں سرگوشیاں شروع ہوگئی تھیں کہ آخر یہ مناظرہ کب تک جاری رہے گا۔ ہر طرح کی طاقت جواب دے رہی ہے۔ کھانے پینے کا کوئی معقول نظم نہیں۔ دن رات کا یہ سلسلہ ہم تن آسانوں کیلئے بھاری پڑ رہا ہے۔ عشرت کدوں میں رئیسانہ زندگی گزارنے والے براؤں کے سجادہ نشین اور رئیس اڑیسہ اس کو کب تک جھیلیں گے۔ کوئی صورت تو چھٹکارے کی ملنی چاہئے۔

ان سرگوشیوں کی رپورٹ سے مردان صفا کیش کے حوصلوں میں اضافہ ہوگیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی اور دیگر علماء کرام نے میری ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائے۔ کامیابی قدم چومنے کیلئے تیار ہے۔ اہل باطل کے پاؤں آغاز سے ہی اکھڑے ہوئے ہیں۔ اب وہ میدان چھوڑ کر بھاگنا ہی چاہتے ہیں علماء حق کی یہ پیش گوئی صدفی صد صحیح ثابت ہوئی اور ۳۰ ؍جون کو مولوی محمد صدیق اور عبدالغفار نے چند شرائط لکھ کر معذرت کی ایک تحریر بھیجی کہ ۳ ؍شوال المکرم تک کیلئے یہ مناظرہ ملتوی کردیا جائے۔ ہماری طرف سے مناظرہ کا التوا ایں شرط تسلیم کرنے پر آمادگی ظاہر کی گئی کہ ملتوی شدہ مناظرہ کے مناظر نامزد کئے جائیں اور ہر تحریر پڑھ کر سنائی جائیگی

اور ۵ منٹ تحریر کی وضاحت کیلئے متعین کئے جائیں۔طویل مراسلت کے بعد مولوی محمد صدیق کو ہم مناظر تسلیم کرانے میں کامیاب ہوگئے۔علماء دیوبند نے راقم الحروف کو مناظر نامزد کیا۔

قارئین پر تو اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ یہ محض فرار کا ایک راستہ تیار کیا گیا ورنہ ہمارا تو شروع سے اصرار رہا کہ مولوی صدیق مناظر بن کر سامنے آئیں۔لیکن ہزار کدوکاوش اور داروغہ کی مداخلت کے باوجود رضا خانی کیمپ اس پر آمادہ نہیں ہوسکا اور نہ مولوی صدیق کو اسٹیج پر کھڑے ہونے کی جرأت ہوئی۔۳ رشوال کو ان میں کہاں سے اتنی جرأت واستعداد پیدا ہوجائے گی کہ وہ مردان حق کا سامنا کرسکیں۔اس التوا کا صاف وصریح مقصد ہے۔مناظرہ سے دامن چھڑانا۔ورنہ پہلی ہی نشست میں دودھ پانی الگ ہوجاتا اور اس طرح کی رسوائیوں کا سامنا رضا خانیوں کو نہ کرنا پڑتا

مگر واہ رے ڈھٹائی بھمن گاؤں مناظرے سے بھاگے تو ضلع بستی کے ایک گاؤں جمد اشاہی میں جشن فتح کا سوانگ رچایا کانپور پہنچے تو وہاں کامرانی کا ڈھول بجایا اور ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم نے فیض آباد میں فتح وظفر کا پرچم لہرایا۔آپ جھوٹا جشن فتح منعقد کریں تو صحیح اور ہم سچا جشن منائیں تو ملزم۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

لیکن کانپور میں جشن و فتح کا انعقاد نہیں ہوسکا۔جس کی توجیہ مولوی مشتاق احمد نظامی نے یہ کی ہے کہ، ہماری آہنی دیوار میں شگاف آگیا ہے، حالانکہ کانپور کے شرکاء مناظرہ اس راستے میں حائل ہوگئے تھے اور انہوں نے ہی اسکو جھوٹا جشن قرار دیا تھا۔کانپور کے ہی ایک گروپ نے انتظامیہ پر جانبداری کا الزام عائد کرکے گونڈہ، بستی، گورکھپور کے اعلی افسران کو تار بھیجے تھے۔جبکہ صورتحال یہ ہے کہ مولوی مشتاق احمد نظامی کی مرتب کردہ روداد مناظرہ صاف صاف بتارہی ہے کہ انتظامیہ کا جھکاؤ انہیں کی طرف تھا۔ہم سے کسی قدر دوری رہی۔لیکن اپنی جھینپ مٹانے اور عیب چھپانے کیلئے یہ سب نہ کریں تو کیا کریں؟

جمد اشاہی کا بھمن گاؤں سے فاصلہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔وہاں رضا خانیوں نے جشن

فتح منایا تو اس گاؤں کے اہل حق کو تشویش ہوئی کہ یہ بات تو ناقابل تصور ہے کہ حق ہار جائے اور باطل کی فتح ہو۔ چنانچہ مولانا حکیم ابرار احمد مظاہری اپنے چند رفقاء کو ہمراہ لیکر بھمن گاؤں تشریف لائے۔ راقم الحروف نے مسودہ سامنے رکھ دیا اور اسی قافلے کے ساتھ جمدا شاہی پہنچا جامع مسجد میں اپنی ولولہ انگیز تقریر کے دوران میں نے کچا چٹھا کھول کر سامنے رکھ دیا۔ کسی رضاخانی میں جرأت نہ ہوئی کہ وہ کسی بات کی تردید کرتا۔ حالانکہ جمدا شاہی میں رضاخانیوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن حق کے مقابلہ میں کثرت کا غرور چکنا چور ہو جاتا ہے۔ وہی یہاں بھی ہوا۔

اس مناظرہ کا نتیجہ بھی بہت جلد سامنے آ گیا کہ جو لوگ اب تک تذبذب کا شکار تھے۔ ان پر حق واضح ہو گیا اور وہ کھل کر علماء اہل حق کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے بھمن گاؤں اور اس کے اطراف کے مواضعات میں ایسا جوش پیدا ہو گیا کہ انہوں نے دیکھتے دیکھتے مدرسہ عربیہ رحمانیہ بھمن گاؤں کے نام سے ایک مدرسہ تعمیر کر دیا اور ایک صاحب خیر جنگی خاں نے دس بیگہ اراضی مدرسہ کیلئے وقف کر کے باضابطہ اس کی رجسٹری کر دی۔ بدعات و رسم و رواج کی کمر ٹوٹ گئی۔ مدرسہ کی تعمیر میں غیر معمولی رکاوٹ کھڑی کی گئی لیکن تعمیری سلسلہ جاری رہا اور تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ الحمد للہ آج بھی یہ مدرسہ قابل ستائش دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس مناظرہ کے بعد سے مولوی صدیق اور ان کے ہواخواہوں کو بھمن گاؤں میں معمولی جلسہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ آئندہ ہوگی۔

اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ملتوی شدہ مناظرہ جب تتمہ کیلئے دوبارہ وقت مقرر پر ۲۳ نومبر ۱۹۷۱ء کو شروع ہوا تو مولوی صدیق پہلے ہی کہیں سر چھپا کر فرار ہو گئے۔ عبدالغفار صاحب دھر لئے گئے۔ جلسہ نہ کرنے کی پابندی انہوں نے خود ہی اپنے اوپر عائد کر لی تھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تتمۂ مناظرہ کی بھی قدرے تفصیل پیش کر دی جائے۔

(تتمۂ مناظرہ۔ ۲۳ نومبر ۱۹۷۱ء)

۳۰ رجون ۱۹۷۱ء کی شب میں جب رضاخانی فرقہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا اور فرار کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنی ایک تحریر کے ذریعہ بارش کی شدت کا احساس دلایا کہ اتنی شدید بارش میں مناظرہ کا التواء ہی مناسب ہے چنانچہ بحث و تکرار کے بعد ہم بھی التواء

سے متفق ہو گئے۔ لیکن تمۂ مناظرہ کیلئے یہ بات پھر ابھر کر سامنے آئی کہ ملتوی شدہ مناظرہ کے شرائط کیا ہوں گے۔ ہمارا اصرار تھا کہ مناظر فریقین ہوں گے۔ اور وہی تحریر سنائیں گے۔ یہ ایسا کانٹا تھا جو پہلے ہی سے فریق اول کے حلق میں اٹکا ہوا تھا۔ اب اس کو کرید ا گیا تو تکلیف میں شدت پیدا ہو گئی۔ لیکن جب فریق اول کو احساس ہو گیا کہ اگر یہ شرط تسلیم نہ کی گئی تو فرار کا راستہ مسدود ہو جائے گا چنانچہ چاروناچار فریق اول نے ہتھیار ڈال دیئے اور چودہ شرائط کے ساتھ مناظرہ ملتوی کر دیا گیا۔

پہلی شرط یہ طے پائی کہ مناظرہ ۲۳ر نومبر ۱۷ء کو صبح ۷ر بجے سے ۱۱ر بجے تک ہوگا اور دوسری نشست ۲ بجے دن سے شام کو ۵ بجے تک ہوگی۔

دوسری شرط میں وضاحت کی گئی کہ فریق اول کے مناظر مولوی محمد صدیق اور عبد الغفار ہوں گے اور فریق ثانی کے مناظر (مولانا) عبد الحفیظ رحمانی اور عبد المجید خاں ہوں گے۔

آخری شرط یہ تھی کہ جملہ طے شدہ شرائط کو فریقین بصورت اشتہار (تمۂ مناظرہ) مشترکہ طور پر طبع کرا کر ایک ماہ پیشتر شائع کریں گے۔

اکتوبر شروع ہوتے ہی میں نے اشتہار شائع کرنے کا تقاضہ اور موجودہ شرائط کو حسب تحریر رجسٹرڈ کرانے کا مطالبہ کیا لیکن مولوی محمد صدیق صاحب نے کہا کہ میں نے تمام تر کوشش کر لی ہے۔ اجازت ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

چونکہ میری یہ گفتگو زبانی ہوئی تھی اس لئے یہ اندیشہ باقی تھا کہ اس کے پیچھے فریب چھپا ہوگا وقت گزرنے کے بعد اپنی عادت کے مطابق یہ فرقہ اعلان کر دیگا کہ علماء دیوبند میدان چھوڑ کر بھاگ گئے چنانچہ میں نے رجسٹرڈ مکتوب کے ذریعہ مطالبہ کیا کہ سرکاری اجازت حاصل کر کے اشتہار شائع کر دیا جائے۔ مولوی صدیق صاحب نے اس پر ایک سوال لکھ کر بھیجا کہ کیا تضیع مال اور وقت جائز ہے؟ اس رضا خانی مولوی کو یہ بھی نہیں معلوم کہ رجسٹری اور اشتہار دونوں ضرورت کے دائرے میں ہیں یا اس سے باہر؟ یہ تو تمۂ مناظرہ سے فرار کا ایک راستہ ہے ورنہ ۲۵ر جون ۱۷ء کے مناظرہ کا رجسٹریشن اور اشتہار بھی ناجائز اور فضول ہی تھا۔ اس وقت بھی یہی سوال سامنے رکھنا تھا اور اپنے قائلین کے شیروں سے کہنا چاہئے تھا۔

میں نے اپنے تیسرے جوابی مکتوب میں لکھا تھا کہ رجسٹریشن سے گریز اس بات کی علامت ہے کہ آپ عوام کے سامنے یہ ظاہر کرینگے کہ علماء دیوبند رجسٹریشن کیلئے آمادہ نہیں ہیں اس لئے ہم مناظرہ کیسے کریں۔ مگر یاد رکھئے میں آپ کو پناہ نہیں لینے دوں گا اور آپ اشتہار پر آمادہ نہیں ہوئے تو میں آئندہ مکتوب سے بحث کا آغاز کردوں گا اور دیکھوں گا کہ زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ بحث کی اطلاع آپ کیلئے سوہان روح اور ڈوب مرنے کا پیغام ہوگی،

مولوی محمد صدیق نے اس تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا اور ۲۳ رنومبر ۱۷ء کا دن آ گیا۔ ۲۲ رنومبر ۱۷ء کو تھانہ چھپیا کی پولس نے دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کا اعلان کردیا۔ مولوی محمد صدیق صاحب کی یقین دہانی کا پردہ اب کھلا کہ وہ پولیس سے مل کر پہلے ہی سودا کر چکے ہیں اسی دن شام کو داروغہ نے بھمن گاؤں پہنچ کر فریق اول اور فریق ثانی دونوں کو طلب کیا اور نوٹس پر دستخط کرائے کہ کسی طرح کا مجمع نہیں ہوگا اور خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کرلیا جائیگا۔

تمۂ مناظرہ کیلئے میں نے شعبان المعظم ۹۱ھ میں بہرائچ، بارہ بنکی اور لکھنو کا سفر کیا تھا۔ میرے ہمراہ مولانا امتیاز بستوی بھی تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب گنگوہی اور علامہ نور محمد ٹانڈوی کی خدمت میں دعوت نامے پہلے ہی ارسال کر چکا تھا۔ بہرائچ مولانا کلیم اللہ نوری سے معلوم ہوا کہ رضاخانی فرقے کے لوگوں نے خطوط لکھ کر اور بالمشافہ گفتگو کر کے یقین دلادیا ہے کہ عبدالحفیظ رحمانی کا جماعت اسلامی ہند سے گہرا تعلق ہے میں نے مولانا نوری سے عرض کیا کہ جب آپ کو معلوم ہے کہ یہ رضاخانیوں کی شاطرانہ چال ہے اور میں مودودیت سے بیزار ہوں تو دعوت قبول کرنے میں کیا قباحت ہے؟ مولانا نے فرمایا ہوسکتا ہے۔ کہ وہ رضاخانی نہ ہوں۔

میں نے عندیہ جاننے کے بعد کوئی طول طویل گفتگو نہیں کی اور بہرائچ سے بنکی (بارہ بنکی) پہنچ گیا۔ یہاں بھی وہی بات دہرائی گئی اور میں نے مولانا امتیاز احمد کو ہمراہ لیکر لکھنو کا سفر کیا۔ حضرت مولانا عبدالسلام فاروقی سے ملاقات کی۔ انہوں نے تشریف آوری کا

یقین دلایا اور میں بامراد بھن گاؤں واپس آ گیا۔ ڈاک میں حضرت مفتی محمود صاحب اور علامہ ٹانڈوی کے مکتوب ملے۔ ان میں بھی مودودیت کی بات دہرائی گئی تھی۔ الحمدللہ مجھے ذرا بھی ہراسانی نہیں ہوئی اس لئے کہ شرط کے مطابق مناظرہ مجھے ہی کرنا تھا اور میں اس کیلئے ۲۵ رمئی ۱۷ء ہی سے مستعد تھا۔ حضرت مولانا عبدالسلام فاروقی لکھنوی میری تائید وتصویب کیلئے کافی تھے۔

میں بتا چکا ہوں کہ دفعہ ۱۴۴ کا اعلان ہو چکا تھا اور میں خلاف ورزی کیلئے تیار تھا۔ احتیاط کے پیش نظر میں نے حضرت مولانا عبدالسلام فاروقی لکھنوی کو پرابارہ خاں میں مولانا فضل حق اعظمی کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ حق ضیافت ادا کریں انہوں نے بطیب خاطر یہ ذمہ داری قبول کر لی اور میں مولانا کی گرفتاری کے اندیشہ سے مطمئن ہو گیا۔ اس لئے کہ مولانا کا قیام تھانہ سعد اللہ نگر کے حلقہ میں تھا۔

۲۳ رنومبر ۷۱ء کا ایک منظر

۲۳ رنومبر ۷۱ء کو بعد نماز فجر معمول سے فارغ ہو کر میدان مناظرہ میں ۲۵ رجون ۷۱ء والی جگہ پر ایک تخت بچھایا گیا اور لاؤڈ اسپیکر رکھا گیا۔ رضاخانیوں نے بھی اپنا اسٹیج لگایا۔ اس کے اردگرد پچاس آدمی رہے ہوں گے۔ اسٹیج پر براؤں کے سید صدیق احمد یار علوی اور مولوی محمد صدیق دکھائی دے رہے تھے۔ ۷ بجنے میں ۵ منٹ باقی تھے کہ پولیس کا دستہ ہتھکڑیوں سمیت پہنچ گیا۔ داروغہ جی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی تو کچھ نہیں۔ میں تنہا اسٹیج پر ہوں۔ ادھر دیکھئے بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ داروغہ جی پولیس سمیت رضاخانی اسٹیج کی طرف گالی دیتے ہوئے لپکے۔ پکڑلو سالوں کو۔ منظر دیدنی تھا۔ بھگدڑ مچ گئی۔ کوئی یہاں گرا، کوئی وہاں گرا۔ براؤں والے مولوی محمد صدیق صاحب تو ایسا سر پر پیر رکھ کر بھاگے کہ ایک نالے میں اوندھے منہ گر پڑے۔ ایک عقیدت مند نہایت تیزی سے آگے بڑھا اور پیٹھ پر لاد کر بھاگ نکلا۔ ہمارے فریق مولوی محمد صدیق تو اس طرح غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ منٹوں میں میدان خالی ہو گیا۔ صرف

عبدالغفار صاحب پولیس کی گرفت میں آئے اور ان کی کیا گت بنی وہ بھی لطف سے خالی نہیں ہے۔

داروغہ اور پولس رضا خانی اسٹیج ہی کی طرف تھے کہ میں نے ٹھیک سات بجے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان شروع کر دیا کہ مولوی محمد صدیق اور عبدالغفار صاحبان مناظرہ کا وقت ہو چکا ہے۔ حسب شرائط آپ آغاز کریں ورنہ ہم ہی افتتاح کرتے ہیں۔ داروغہ لپک کر ہمارے اسٹیج تک آئے اور نہایت کرخت لہجہ میں کہا کہ لاؤڈ اسپیکر بند کیجئے ورنہ جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔

رحمانی ... ٹھیک ہے۔ میں اس کیلئے تیار ہوں لیکن آپ سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بھیڑ اکٹھا نہ ہونے پائے ہم دونوں فریق ۳۰ رجون اے ء کے تحریری معاہدہ کے مطابق آپ کے سامنے لاؤڈ اسپیکر سے بحث کرلیں۔

داروغہ آپ کی بات تو ٹھیک ہے لیکن میں لاؤڈ اسپیکر کی اجازت نہیں دے سکتا۔

رحمانی ... لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ کر ہماری بات سن لیں اور حق ان پر واضح ہو جائے۔

داروغہ ... لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر مجمع ہونے لگا تو۔

رحمانی ... اس کو روکنے کیلئے آپ کافی ہیں۔ مہربانی فرما کر اجازت دید یجئے۔

عبدالغفار ...... میں ان سے مناظرہ نہیں کر سکتا۔ مولانا محمد صدیق صاحب نہیں ہیں۔ مناظرہ وہی کریں گے۔

داروغہ تمہارے مولوی کہاں ہیں؟

عبدالغفار ... مجھے نہیں معلوم وہ کہاں چلے گئے۔

داروغہ ..... تو تم ہی مناظرہ کرو۔

عبدالغفار ..... میں ان سے مناظرہ نہیں کر سکتا۔

داروغہ ..... یہ بات تو تم پہلے کہہ چکے ہو لیکن مناظرہ کرنے والوں میں تم نے اپنا نام کیوں لکھایا؟

عبدالغفار حضور۔ مولانا صدیق صاحب نے لکھا دیا ہے۔
رحمانی یہ بالکل جھوٹ ہے یہ دیکھئے تحریر پران کے دستخط۔
داروغہ..... کیوں ..... جھوٹ کیوں بولتا ہے۔ مولوی صدیق کو بلاؤ۔
عبدالغفار پتہ نہیں کہاں ہیں؟
رحمانی..... داروغہ جی! یہ لکھ کر دیدیں کہ مولوی صدیق میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ خود مناظرہ نہیں کر سکتے۔
داروغہ آپ کی بات بالکل ٹھیک اور سچی ہے تم لکھ کر دو۔ (عبدالغفار سے)
عبدالغفار..... صاحب! میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔
داروغہ..... پھر ..... اس میدان میں کیوں کود پڑے۔
رحمانی..... یہ پھر جھوٹ بول رہے ہیں جاہل نہیں کم پڑھے لکھے ہیں لیکن اتنا تو یہ لکھ ہی سکتے ہیں۔
داروغہ ..... لکھ کر دو۔
عبدالغفار..... میں لکھ نہیں پاؤں گا۔
داروغہ..... باندھو اس کو پیڑ میں اور مارو دس لاٹھی۔
عبدالغفار ..... حضور! سن لیجئے۔
داروغہ..... چپ رہو ورنہ ہاتھ پیر توڑ دوں گا۔ سارا فساد تم اور صدیق کر رہے ہو۔ تمہارے اندر تو دم نہیں ہے باہر کے مولویوں کو بلا کر فساد مچاتے ہو۔
عبدالغفار..... صاحب! انہوں نے بھی مولویوں کو بلایا ہے۔
رحمانی..... یہ جھوٹا الزام ہے۔ آپ گاؤں میں گھوم پھر کر دیکھ لیجئے کہ کوئی باہری آدمی نہیں ہے۔
داروغہ ..... میں دیکھ چکا ہوں۔ باہری آدمی نہیں ہیں۔
رحمانی..... آپ سے درخواست ہے کہ ان کے گاؤں سکرولی میں گھس کر دیکھ لیجئے کتنے مولوی اور باہری آدمی موجود ہیں۔

داروغہ میں جانتا ہوں۔

رحمانی میری درخواست ہے کہ آپ ان کو اور مجھے بھی گرفتار کرلیں۔

داروغہ چھوڑیئے۔ایسی بات نہ کیجئے۔

رحمانی میں پھر گزارش کروں گا کہ آپ سکرولی میں باہر سے آئے ہوئے فسادیوں کو اور فریقین کو گرفتار کرلیں۔اب مناظرہ جیل میں ہوگا۔

داروغہ دیکھئے میں اب آخری بات پیش کررہا ہوں۔اگر آپ دونوں مان گئے تو ٹھیک ورنہ گرفتاری طے ہے۔دونوں فریق صلح کرلیں۔

عبدالغفار ... صاحب! میں تیار ہوں۔

رحمانی مولوی صدیق فرار ہیں۔ان کے بغیر صلح کیسے ہوگی۔

داروغہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے۔غفار بتاؤ تمہارے مولوی کہاں ہیں؟

عبدالغفار ... صاحب مجھے نہیں معلوم کہاں ہیں؟

داروغہ ... پھر صلح کیسے ہوگی۔

عبدالغفار میری مصالحت وہ مان لیں گے۔

داروغہ ... نہ مانیں تو۔

عبدالغفار ... پھر آپ جو سزا مناسب سمجھیں وہ دیں۔

رحمانی... صلح نامہ میں یہ لکھا جائے کہ مولوی صدیق فرار ہوگئے اور مناظرہ گاہ میں نہیں آئے۔

داروغہ ... بالکل لکھا جائے گا۔

عبدالغفار ..... صاحب یہ نہ لکھئے۔

داروغہ ... اب تم مار کھاؤ گے۔اور ڈنڈا تمہارا دماغ درست کردیگا۔سچی بات لکھنے میں تم کو کیا پریشانی ہے؟

عبدالغفار ..... صاحب! میں تیار ہوں۔

داروغہ ..... اور شرطیں بتاؤ۔

عبدالغفار...... آپ جو چاہیں وہ لکھادیں۔

داروغہ...... کیوں رحمانی صاحب ٹھیک ہے؟

رحمانی...... میری چند شرطیں ہیں۔ پہلی شرط تو یہی ہے کہ مولوی صدیق فرار ہیں اور میں اس یقین دہانی کے ساتھ صلح کرتا ہوں کہ وہ صلح نامہ پر دستخط کردیں گے۔ اور اگر وہ انکار کردیں گے تو ان سے میں اپنے تعلقات منقطع کرلوں گا۔

داروغہ...... ٹھیک ہے۔ عبدالغفار تم بتاؤ یہ شرط منظور ہے۔

عبدالغفار...... صاحب! تعلقات ختم کرنا تو مشکل ہے۔

داروغہ...... ایسے بھگوڑے اور بے عزت آدمی سے ناطہ توڑنا ہی اچھا ہے۔

عبدالغفار...... میں ان کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں۔

داروغہ...... اس کا مطلب ہے کہ وہ سازش کے تحت بھاگا ہے اور تم نے اسکو بھگایا ہے۔

عبدالغفار...... نہیں صاحب ایسا نہیں ہے۔

داروغہ...... پھر تو تم ان سے مناظرہ کرلو ورنہ تمہارا سر اسی پیڑ سے لڑاؤں گا اور ہر ٹھوکر ایک مناظرہ ہوگی۔

عبدالغفار...... صاحب! میں ہر شرط ماننے کیلئے تیار ہوں۔

داروغہ...... لکھئے رحمانی صاحب! اور یہ دستخط کریں۔ تحریر کی ایک کاپی تھانہ میں ریکارڈ رہے گی۔ ایک ایک کاپی آپ دونوں فریق رکھیں۔

رحمانی...... بہت اچھا۔

صلحنامہ لکھا گیا اور فریقین نے اس پر دستخط کئے اور قضیہ ختم ہوا صلحنامہ کی ایک اہم شرط یہ تھی کہ آج سے فریق اول اور اس کے ہمنوا بھسن گاؤں میں کسی طرح کا جلسہ مناظرہ اور میلاد کی مجلس منعقد نہیں کریں گے۔ فریق ثانی کو اکثریت کی بناء پر اس کا اختیار ہوگا لیکن تقریر اور جلسوں میں کوئی اشتعال کی بات نہیں کہیں گے۔

اس شرط کی تکمیل میں فریق اول کا کوئی جلسہ یا تقریر اب تک نہیں ہوئی۔ البتہ اس قضیہ کے بعد پولیس نے دفعہ ۱۰۷ کے تحت دونوں فریق پر مقدمہ قائم کردیا اور ہر فریق نے

ضمانت اور مچلکہ دیکر رہائی حاصل کی۔ اس موقعہ پر بھی فریقین نے صلحنامہ داخل کیا اور شرائط وہی تسلیم کئے گئے جو تکمیل مناظرہ کے بعد عبدالغفار نے تسلیم کئے تھے۔ یعنی ۲۳ رنومبر ۱۹۷۱ء کا دن اس تاریخی مناظرہ کا اختتامی دن ثابت ہوا۔ اور رضاخانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔

اس تفصیل کے بعد تحریری مناظرہ کے مضامین پڑھنے میں لطف آئے گا اور سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ انشاءاللہ

تحریری مناظرہ کے مضامین

۲۵ رجون ۱۹۷۱ء کو تحریری مناظرہ کا آغاز ہوا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو مناظرہ کے پرچے روز وشب سپرد کرتے رہے۔ بالآخر ۳۰ رجون ۱۹۷۱ء کو ۱۱ بجے شب میں باتفاق رائے ۲۳ رنومبر ۱۹۷۱ء تک کیلئے مناظرہ ملتوی کر دیا گیا۔ اس کا منظر آپ دیکھ چکے ہیں۔

اس طویل عرصہ میں سیکڑوں پرچے لکھے گئے۔ آسانی کے ساتھ ان کو تین زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ ایک حصہ دشنام طرازیوں، الزامات، اور طرح طرح کی تہمتوں اور بدزبانیوں پر مشتمل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جو پرچے کسی قدر علمی مضامین کا پتہ دیتے ہیں۔ ان کا انداز بھی غیر سنجیدہ اور مخاصمانہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مقصد احقاق حق کے بجائے تفوق و برتری ثابت کرنے کا ہے۔ اخلاص اور نیک نیتی کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ مولوی مشتاق احمد نظامی نے اپنی کتاب ،،قہر آسمانی،، میں مناظرہ کی جو روداد شائع کی ہے وہ بھی سراسر جھوٹ اور تلبیس پر مشتمل ہے۔ یہ فرقہ تو کتابوں کے نام پر بھی اپنا غصہ اتارتا ہے حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تقویۃ الایمان کو یہ فرقہ تفویۃ الایمان لکھتا اور کہتا ہے۔ یہی حال علماء حق کی دیگر کتابوں کا بھی ہے ناموں کے بگاڑنے کا عمل ان کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے وراثت میں ملا ہے۔ اسی ورثہ کو یہ فرقہ گلے سے لگائے ہوئے ہے آئندہ صفحات میں ہم دشنام طرازیوں کے اقتباسات نذر قارئین کریں گے۔ تاکہ اس فرقہ کی شرافت سب پر واضح ہوجائے۔

۲۔دوسرا حصہ قدرے علمی سوالات اور جواب پر مشتمل ہے۔لیکن ان علمی پرچوں کی زبان بھی غیر سنجیدہ ہے اس حصہ میں مضامین کی نوعیت الگ الگ ہے رضاخانی فرقہ نے اپنے پرانے الزامات دہرائے ہیں اور مولانا احمد رضا خان بریلوی نے حسام الحرمین میں علماء حق کی عبارتوں میں کتر بیونت کر کے جو مضامین پیدا کئے ہیں اور بدترین تلبیس کر کے علماء حرمین سے فتاوے لکھائے ہیں۔وہی آج بھی نئے رنگ و آہنگ سے پیش کرنے کی ناروا جسارت کی گئی ہے حالانکہ ان تلبیسات کا پردہ حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کرام چاک کر چکے ہیں۔اور جن عبارتوں پر اس فرقہ کو اپنی ناسمجھی، قصور علم اور عناد کی بناء پر اعتراض ہے ان عبارتوں کی توضیح وتشریح حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی حضرت مولانا مرتضیٰ حسین چاند پوری رحمہم اللہ اور بے شمار علماء کرام کر چکے ہیں وہی عبارتیں اس مناظرہ میں بھی دہرائی گئی ہیں۔ختم نبوت، علم غیب، اور امکان کذب نیز چند فقہی مسائل زیر بحث آئے۔

علماء دیوبند نے مولانا احمد رضا خان کے مشرکانہ عقائد، شیطان کی وسعت علم اور قرآن مجید کی معنوی تحریف نیز چند فقہی مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی اور یہ ثابت کر دیا کہ علماء دیوبند احتیاط وتقوی کے پیش نظر مولانا احمد رضا خاں اور ان کے متبعین کو مشرک نہیں کہتے ورنہ ان کا شرک روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے۔

۳۔تیسرا حصہ غیر ضروری نوک جھونک اور الفاظ کے الٹ پھیر پر مشتمل ہے۔

مناظرے کی ان تحریروں کو اگر من وعن مکمل صورت میں شائع کیا جائے تو ایک ہزار صفحات کی دستاویز تیار ہوگی جس میں مکررات اور فضول بکواس کا حصہ زیادہ ہے۔اس تکرار سے قارئین کرام کو الجھن ہوگی اور کچھ ہاتھ بھی نہیں آئے گا۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اکثر قارئین اس طوالت کو لا یعنی قرار دے دیں۔ان سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میری کوشش یہ ہے کہ روزانہ جو تحریریں پیش کی گئی ہیں۔ان کو تاریخی ترتیب کے ساتھ نذر قارئین کر دیا جائے اور فریقین کی تحریروں کے ضروری اقتباسات بھی سامنے رکھ دئے جائیں اور

آخر میں ایک دن کی تحریروں کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔ تاکہ روزانہ کی تحریریں اور حاصل بحث نظر میں رہے۔ اور قارئین کو فیصلہ کرنے میں دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

یہ روداد میری عدیم الفرصتی کی وجہ سے بہت تاخیر سے شائع ہو رہی ہے۔ حالانکہ روداد کا ابتدائی خاکہ حضرت مولانا مفتی محمود احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے مشورہ سے بہت پہلے تیار ہو گیا تھا لیکن حالات نے نظر ثانی اور تبییض کا موقعہ نہیں دیا عرصہ کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی، حضرت مولانا ارشاد احمد فیض آبادی، حضرت علامہ نور محمد ٹانڈوی، حضرت مولانا عبد المبین منظر رحمہم اللہ اور حضرت مولانا کلیم اللہ نوری مدظلہ کی علمی امانت ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائیں۔ (آمین) اور وہ بندگان خدا جو گم کردہ راہ اور مبتلائے فریب ہیں اللہ تعالیٰ ان کیلئے یہ روداد سرمہ چشم بصیرت بنائیں۔ آمین۔

اقتباسات میں اس کی وضاحت بھی کر دی جائیگی کہ تحریر کس کی ہے یعنی اقتباس کے آخر میں تاریخ اور صاحب تحریر کا اسم گرامی درج ہوگا۔ جو تحریریں میرے قلم سے ہیں۔ اس کے حوالے میں ع۔ ح۔ رحمانی لکھا جائے گا۔

آخر میں قارئین کرام سے دعوات صالحہ میں یاد رکھنے کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور خاتمہ بالخیر ہو۔ آمین۔

مرتب
عبد الحفیظ رحمانی
لوہرسن۔ سنت کبیر نگر۔ اترپردیش
پن کوڈ۔ ۲۷۲۲۷۰۔
۲۹ر اپریل ۲۰۰۰ء ۲۳ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۵ / جون ۱۹۷۱ء بروز جمعہ۔ بوقت ۲ بجے

مناظرہ کے آغاز اور اس کے پس منظر سے آپ واقف ہیں۔ جب مولوی صدیق کسی طرح میرے مقابل میں کھڑے ہونے کی جرأت نہ کرسکے اور اس پر بھی آمادہ نہیں ہوئے کہ اپنی نا اہلی اور شکست کا اعلان کر کے کسی دوسرے کو مناظر نامزد کر دیں۔ حالانکہ مناظرہ میں آئے ہوئے عوام اور خواص محسوس کر رہے تھے کہ فریق اول اپنی شکست کا اعلان کرے یا نہ کرے، زبان پر حرف شکست لائے نہ لائے بہرحال شکست خوردہ ہے اور ہزیمت اس کا مقدر بن چکی ہے۔ فریق ثانی کا اصرار تھا کہ مولوی محمد صدیق اپنی شکست کا اعتراف کریں اور مناظرہ کیلئے دوسرے کو مناظر نامزد کر دیں۔ لیکن ہزار کوشش کے باوجود فریق اول آمادہ نہیں ہوا۔ یہی نہیں بلکہ مولوی محمد صدیق اپنے مولویوں کی تحریر اپنی اسٹیج سے سنانے کیلئے بھی تیار نہیں ہوئے۔ بالآخر تحریروں کا سلسلہ شروع ہوگیا اور ۲۵ / جون کے روز و شب اسی گتھی کے سلجھانے میں صرف ہوگئے کہ مناظرہ کس طرح ہو اور مناظر کون بنے۔

اس سلسلہ میں فریقین نے جن تحریروں کا تبادلہ کیا وہ کٹ حجتی اور ضد اور بکواس پر مشتمل ہے۔ فریق اول نے حسب عادت دشنام طرازیوں کا آغاز کر دیا اور ایسے مغلظات تحریروں میں لکھے کہ انسانیت سرنگوں ہوگئی۔ توجہ دلانے کے باوجود وہ اس سے باز نہیں آیا بلکہ کچھ اور شدت ہی پیدا ہوگئی۔

میں نے مقرر وقت پر فریق اول کو آواز دی کہ وہ لاؤڈ اسپیکر سنبھالیں اور مناظرہ کا آغاز کریں۔ میرے اس بیان پر فریق اول نے کوئی جواب نہیں دیا اور دیر تک سناٹا چھایا رہا اور فریق اول کے ایک فرد عبدالغفار غائب تھے میرے بار بار تقاضے پر فریق اول نے جو تحریر بھیجی وہ یہ ہے۔

۷۸۶

جناب عبدالحفیظ رحمانی اور عبدالمجید صاحبان!

بعد ما هو المسنون . آنکہ آپ کی تحریر ملی۔ اس کے جواب میں حسب ذیل امور پیش ہیں۔

۱۔ جبکہ معاہدہ میں مناظرہ تحریری طے ہے تو آپ کے زبانی بیان کا کیا اعتبار کیوں کہ خلاف معاہدہ ہے۔ حسب اقرار آپ نے ابتدا ہی سے معاہدہ کی خلاف ورزی شروع کر دی ہے۔

۲۔ اگر پوسٹر میں مذکورہ شرائط کا مطلب آپ لوگوں نے یہی سمجھا تھا آپ لوگوں نے کہ ہمیں لوگ خود مناظرہ کریں گے۔ تو پھر باہر سے آپ لوگوں نے مناظرین کو کیوں بلایا؟

(دستخط) محمد صدیق۔ عبدالغفار

۲۵/جون ۱۹۷۱ء

اس تحریر کے جواب میں لکھا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب محمد صدیق و عبدالغفار صاحبان فریق اول۔

السلام علی من اتبع الهدی.

۱۔ بیشک مناظرہ تحریری ہی رجسٹرڈ ہے۔ تحریری مناظرہ کیلئے میں نے اس وقت زبانی تحریک کی جب فریق اول کی حیثیت سے دیر تک آپ خاموش بیٹھے رہے اور آپ یعنی عبدالغفار صاحب حسب رجسٹریشن وقت مقررہ پر میدان مناظرہ سے غائب تھے۔

اگر میری زبانی تحریک پر آپ کو اعتراض تھا تو آپ نے اپنی پہلی تحریر میں اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمبر (۱) محض وقت گزاری کیلئے ہے۔

۲۔ علماء کا بلانا شرائط مناظرہ پر اثر انداز نہیں ہے۔ نہ آپکو اس کے سوال کا حق ہے۔ مناظرہ حسب تحریر رجسٹرڈ میرے اور آپ کے درمیان ہوگا۔ لیت ولعل میں وقت ضائع نہ کیجئے اور تحریری مناظرہ کیلئے تیار ہو جائیے۔ اگر آپ ایسا نہیں کرتے ہیں تو حسب شرائط ہرجے خرچے کے ذمہ دار ہوں گے۔

(دستخط) عبدالحفیظ رحمانی   عبدالمجید خاں

۲۵/جون ۱۹۷۱ء

بات بالکل صاف تھی کہ فریقین کے مولوی پہلے زور آزمائی کرلیں۔ اس کے بعد حالات کا جو تقاضا ہوگا اس کے مطابق اتفاق رائے سے کوئی فیصلہ کرلیا جائے گا۔ لیکن فریق اول پہلے ہی مایوس ہو چکا تھا اور اپنا عیب یا نااہلی چھپانے کیلئے بار بار اپنے علماء کو پیش کرتا رہا۔ ہم اس کیلئے بالکل مستعد تھے البتہ اس کے ساتھ ایک شرط لگی ہوئی تھی کہ مولوی محمد صدیق اپنی شکست کا اعتراف کرلیں۔ وہ ایسا کیوں کرتے اور اپنی شکست کا اعلان کس دل وجگر سے کرتے۔ فرار کا راستہ تلاش کرنے میں سرگرداں رہے اور ہم بار بار یہ کہتے رہے کہ

مناظر آپ ہیں کیونکہ رجسٹریشن میں کسی دوسرے مناظر کا ذکر نہیں ہے میں پھر کہوں گا اور بار بار کہوں گا کہ غلط بیانی سے کام نہ لیجئے اور حسب رجسٹریشن تحریری مناظرہ کیلئے آپ تیار ہو جایئے۔ نہیں تو ہر ہرجہ خرچہ کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

عبدالحفیظ رحمانی عبدالمجید خاں

۲۵/جون ۷۱ء ۴ بجکر دس منٹ۔

شب و روز اسی تحریر بازی میں گذر گئے کہ مناظر اول کون ہوگا اور شائع کردہ اشتہار میں جو شرائط درج ہیں ان کے مطابق کس کو مناظرہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہمارا آخر تک اصرار رہا کہ مولوی محمد صدیق صاحب جنھوں نے مناظرہ کا شاخسانہ کھڑا کیا ہے پہلے وہی اس میدان میں تحریر سے بھی اور تقریر سے بھی اتریں لیکن رضا خانی علماء ان کی نااہلی کو ڈھکے ہوئے اپنے دامن میں چھپاتے رہے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس طرح فریق ثانی کو قانونی شکنجہ میں کس دیا جائے۔ چنانچہ ایک پرچے میں لکھتے ہیں:

۳۔ رجسٹریشن میں یہ کہاں مذکور ہے کہ دوسرا مناظر نہ ہوگا۔ اگر تحریر میں ہوتا کہ فریق خود کریگا۔ تب البتہ آپ کا اصرار بجا ہوتا۔ آپ ضد اور ہٹ چھوڑیئے اور اپنی جانب سے آئے ہوؤں کو پیش کیجئے۔ اور ہمیشہ کا دستور ہے کہ مقامی لوگ مناظرہ طے کرتے ہیں مناظرہ مناظرین کرتے ہیں۔

محمد صدیق عبدالغفار

۴ بجکر ۵۰ منٹ۔ ۲۵/جون ۷۱ء

الفاظ پر غور کیجئے تو گالیاں نظر آئیں گی۔ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ رضا خانی مولوی اپنے فریق کی کمزوری چھپانے کی کس انداز سے کوشش کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریق اول نے خاموش تحریری مناظرہ شروع کر دیا اور اپنے مولوی کی شکست چھپانے کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ اس میں پیش پیش مولوی حشمت علی سگ بارگاہ رضویہ کے صاحبزادے مولوی مشاہد رضا خاں تھے۔ انہوں نے لکھا کہ

جناب عبدالحفیظ رحمانی وعبدالمجید صاحبان

السلام علی من اتبع الھدیٰ

۱۔ جب مناظرہ تحریری طے ہے تو زبانی شروع کرنا بے معنی ہے اس لئے ہم نے اس کو قابل ذکر نہیں سمجھا جب آپ نے اس کو معرض تحریر میں لیا تب ہم نے جواب دیا۔

۲۔ میدان مناظرہ میں حاضری کے بارے میں ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔

۳۔ علماء کا بلانا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ پوسٹر کی عبارت کو آپ نے صحیح سمجھا اور اسی کی روشنی میں اپنے علماء کو بلایا ہے۔ اب اپنی شکست محسوس کر کے دفع الوقتی کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہر جے خرچے کے آپ ذمہ دار ہوں گے مناظر کی تحریر کئی دفعہ گئی اور آپ نے واپس کر دی۔ اب اس مضمون کو اسی میں درج کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ الکریم واصحابہ العظام ومن تبعھم الی یوم القیام......اما بعد!

ہمارے اور آپ لوگوں کے درمیان طے شدہ آج کے مناظرہ میں جو موضوع معین ہیں۔ ان میں سے سب سے اہم موضوع نمبر اول ہے یعنی اکابر دیوبند کی کفری عبارات پر بحث۔ الخ۔ اس لئے الاہم فالاہم کے پیش نظر اس موضوع پر فریق اول کی حیثیت سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

آپ لوگوں کے مسلم الثبوت بزرگ جناب مولوی اشرف علی تھانوی نے

حفظ الایمان میں لکھا ہے پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس حتی کہ بچوں، پاگلوں، چوپایوں کے علم ایسا کہا۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یقیناً قطعاً توہین ہے اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنی سی توہین کرنے والا کافر ہے جس کو آپ لوگ خود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ہم مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر کہتے ہیں۔ فقط فقیر سگ بارگاہ رضوی محمد مشاہد رضا خاں حشمتی غفرلہ۔

فقط زیادہ سے زیادہ

محمد صدیق عبدالغفار

۲۵ر جون ۱۹۷۱ء ۴ بجکر ۱۳ منٹ۔

"کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے" مناظرانہ نہیں مجادلانہ نوک جھونک کے بعد بالآخر مولوی مشاہد رضا خاں فریق اول کے نمائندہ بن کر سامنے آگئے اور اپنی تحریر سے یہ ثابت کر دکھایا کہ فریق اول کے اصل ذمہ دار مولوی محمد صدیق شکست کھا کر بیٹھ گئے اب وہ صرف مناظرہ کی تحریروں پر دستخط کریں گے۔ حالانکہ مولوی مشاہد رضا خان یا کسی اور مولوی کا میدان مناظرہ میں جست لگانا قانون و معاہدہ کی سراسر خلاف ورزی اور اخلاقی دھاندلی ہے ہم تو آغاز مناظرہ سے یہ دعوت پیش کرتے رہے کہ مولوی محمد صدیق اپنی شکست کا اعلان کرنے کے بعد جس کو چاہیں اپنا نمائندہ بنا دیں ہمکو اعتراض نہ ہوگا۔ یہ دعوت زبانی بھی دی گئی اور تحریری بھی لیکن مولوی محمد صدیق کی شکست خوردگی اور نااہلی پر پردہ ڈالنے کیلئے فرقہ رضاخانی کے مولوی لفظی موشگافیوں میں الجھتے رہے اور الجھانے کی سعی لاحاصل کرتے رہے۔

نتیجہ یہ سامنے آیا کہ تحریری طور پر شکست کا اعتراف تو نہیں کیا لیکن مولوی مشاہد رضا خاں کی تحریر اور اس پر مولوی محمد صدیق کے دستخط نے دستاویزی ثبوت فراہم کردیا کہ مناظرہ کی بنیاد رکھنے والے مولوی محمد صدیق فساد و تخریب کے محرک ہیں فاضل اور مناظر نہیں ہیں۔

اس سے زیادہ حیرت ان کے نمائندہ ومناظر مولوی محمد مشاہد رضا خاں پر ہے جنہوں نے مناظرہ کا آغاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے کیا ہے جس میں کتر بیونت کر کے مولانا احمد رضا خاں (بانی فرقہ رضا خانیہ) نے علماء حرمین سے فتوی حاصل کیا تھا۔اس فتوی کی اشاعت کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ اور دیگر علماء ربانیین کی تحریروں کی وضاحت کتنے علماء حق نے کی ہے ان کا شمار مشکل ہے۔ان وضاحتوں میں خاں صاحب بریلوی کی دسیسہ کاریوں کا پردہ بھی چاک کیا گیا ہے اور کتر بیونت کی واضح نشاندہی بھی کی گئی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اکابر علماء حق رحمہم اللہ کی عبارتوں کی توضیح کرتے ہوئے ایسی تفہیم کی ہے کہ ان عبارتوں کے صحیح اور حق ہونے میں معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے فرد کو بھی تردد نہیں ہوتا لیکن آج تک رضا خانی فرقہ کے لوگ علماء حق کی ان بے غبار صاف ستھری عبارتوں کو توڑ مروڑ کر کے پیش کرتے ہیں اور سادہ لوح بندگان خدا کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

مولوی مشاہد رضا خاں نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کو کفری ثابت کرنے کی جسارت کی ہے۔اگر مولوی صاحب موصوف اپنے والد مولوی حشمت علی کے انجام کا تصور ہی کر لیتے تو شاید اس طرح کی جرأت نہ کرتے لیکن تصور آخرت سے بے پرواہو کر اسی ڈگر پر چل رہے ہیں جس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے دنیا سازی کیلئے ہموار کی تھی اور بندگان خدا کو ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیا تھا۔خاں صاحب کے فرقہ کے لوگ آج بھی گمراہی کی وہی ڈگر اپنائے ہوئے ہیں اس کا ایک نمونہ مولوی مشاہد رضا خاں کی بحث کا آغاز ہے اس کے جواب میں مناظرانہ نہیں شریفانہ لب ولہجہ میں لکھا گیا کہ

> الزام اور دعوی بلا دلیل ہے۔حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا دامن آپ کے لگائے گئے الزامات سے پاک ہے وہ قطعی سنی حنفی مسلمان تھے۔
>
> معاون حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
>
> ۲۵رجون ۱۹۷۱ء

میں محسوس کر رہا تھا کہ اس مختصر دوٹوک جواب سے رضاخانی فرقہ کے مولوی صاحبان کو تشفی نہیں ہوگی۔ کفر و شرک اور بدعات کی عفونت میں روز و شب گزارنے والے لوگ صاف ستھری باتوں سے مطمئن نہیں ہوتے۔ ان لوگوں کو انگلی رکھ کر بتانا چاہئے کہ یہ دیکھو اصل عبارت اور اس کا صاف و صریح مفہوم۔ اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ یہ فرقہ سوچنے اور غور و فکر کی طرف متوجہ ہو جائے چنانچہ میرا خیال صحیح ثابت ہوا اور فریق اول کے مناظر نے اپنے روایتی انداز میں اشتعال انگیزی اور نامہذب الفاظ میں کٹ حجتی شروع کر دی اور لکھا کہ

> آپ نے کتنی دیدہ دلیری سے کہہ دیا کہ جناب تھانوی کا کافر ہونا بلا دلیل ہے۔ دلیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے آپ کو شاید اتنی گھبراہٹ سوار ہے کہ یاد نہیں رہا۔ سنئے جناب تھانوی صاحب نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں صفحہ ۸ پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھا ہے۔
>
> (حفظ الایمان کی عبارت نقل کی گئی ہے اور اپنے پیشواؤں کی پیروی میں عبارت کا آخری حصہ چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ یہی حصہ مسئلہ کا حاصل ہے)

تحریف و تبدل۔ حذف و اضافہ، غلط تفہیم و تشریح، بے بنیاد الزامات اس فرقہ کا اور تمام فرق باطلہ کا قدیم شیوہ ہے۔ اگر حقیقت پسندی کو اختیار کر لیں تو اختلافات کی جڑیں کٹ جائیں گی۔ لیکن نام نہاد مسلم فرقے حقیقت سے کوسوں دور رہ کر گالی گلوچ اور دشنام طرازی پر اتر آتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اس فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور فن دشنام طرازی کے امام ہیں اسی پرچے میں مناظر نے لکھا ہے۔

> ہار پڑتے ہی بول پڑے۔ اٹھائیے!
>
> ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا — آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا
>
> اگلی پیش کیجئے اور ہم جو دیکھنے کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ دکھائیے تو ہم سو ۱۰۰ ر روپیہ پیش کرنے کیلئے تیار ہیں۔
>
> محمد صدیق — عبدالغفار
>
> ۲۵ رجون ۱۷۱ء

دیکھ لیا آپ نے کتنے شریف ہیں رضا خانی مولوی؟ کیا اس سے بدترین گالی کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے اور غور فرمائیے کہ جو لوگ تحریر میں اس طرح کی دشنام دہی سے گریز نہیں کرتے وہ آمنے سامنے کیا کچھ نہ بکتے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ جو طبقے گالی گلوچ میں طاق گردانے جاتے ہیں شاید وہ بھی تحریری دشنام طرازی سے باز رہتے ہوں گے لیکن رضا خانی مولوی رسوائیوں سے بے پرواہ ہوکر اس سطح تک اتر آتے ہیں۔

اس گالی نامہ کے جواب میں لکھا گیا کہ

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ عبارت بالکل صاف ستھری، بے غبار ہے۔ کافر کو اگر اس میں کفر نظر آ رہا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ آپ کی تسلی کیلئے بسط البنان، تغیر العنوان، تکمیل الفرقان اور آخری فتح بریلی کا دلکش نظارہ جیسی کتابیں موجود ہیں، ہو سکے تو مطالعہ کیجئے۔

آپ کے اعلیٰ حضرت پر توہین رسول و انکار قرآن کا جو دھبہ لگا ہے اس کو صاف کرتے ہوئے کیوں شرمار ہے ہیں۔

ہمیں جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل کے دیکھ کر آپ شرمائیگا

(عبدالحفیظ رحمانی۔ معاون حضرت مفتی محمود صاحبؒ)

اس مختصری عبارت کے جواب میں گالیوں کی سوغات ملی تو مشہور مناظر مولانا کلیم اللہ نوریؒ جو سگ بارگاہ رضویہ مولوی حشمت علی کو دھانے پور اور بسڈیلا میں شکست فاش دے چکے تھے۔ گالیوں کا جواب اسی زبان میں دینے پر بضد ہو گئے لیکن حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور راقم الحروف کے سمجھانے بجھانے اور جواب جاہلاں باشد خموشی کا اصول پیش کرنے کے بعد خاموش ہو گئے۔ اور اس گالی نامہ کے جواب میں تحریر بھیجی گئی کہ

دعویٰ بلا دلیل ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن آپ کے لگائے گئے الزامات سے پاک ہے۔

بخلاف اس کے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کا دامن انتہائی داغدار ہے۔

انہوں نے حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۳۷ پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کر کے اپنی رافضیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

الملفوظ حصہ چہارم صفحہ ۲۷ مطبوعہ الیکٹرک پریس بریلی ۱۳۳۸ھ میں رسولوں کی شہادت کا انکار کیا ہے اور ۱۳۳۰ھ میں کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن سورہ مائدہ اور آل عمران انیسویں اور دسویں رکوع میں قرآن کا ترجمہ کرتے وقت رسولوں کی شہادت کا اقرار کیا ہے۔ الملفوظ کے ذریعہ ۱۳۳۸ھ میں انکار کیا اور ۱۳۴۰ھ میں ان کی موت واقع ہوگئی گویا کہ ۱۳۳۰ھ تک رسولوں کی شہادت کے قائل تھے۔ ۱۳۳۸ھ میں اس کا انکار کر کے انتقال کر گئے۔ پہلے اقرار پھر انکار اس کے بعد موت واقع ہوئی قرآن کی عبارت النص میں جو حکم ہوتا ہے وہ آخری قطعی ہوتا ہے۔

خود اعلیٰ حضرت بریلوی نے حسام الحرمین صفحہ ۳۳ پر اور اپنی دوسری کتاب میں اس کا اعلان کیا ہے کہ فرض کیجئے قرآن میں ہزار باتیں ہوں ان میں سے کوئی ۹۹۹ کو مانتا ہے اور ایک کو نہیں مانتا ہے تو وہ کافر ہے دنیا میں اس کی رسوائی آخرت میں سخت عذاب ہوگا الخ۔

اعلیٰ حضرت اپنے قول سے خود کافر ہو چکے ہیں۔ ان کو بچایئے۔ جس کی ذات خود مجروح ہو چکی ہے اس کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔

عبدالحفیظ رحمانی معاون علامہ نور محمد ٹانڈوی

۲۵ر جون ۱۹۷۱ء شب۔

اس تحریر نے رضا خانی خیمہ میں ہلچل پیدا کر دی اور راہ فرار اختیار کرنے کی تدبیریں کی جانے لگیں۔ جب کوئی صورت نہ بن پڑی تو یہ کہہ دامن چھڑانے کی کوشش کی گئی کہ

پہلا موضوع اکابر دیوبند کی کفری عبارتوں پر بحث ہے۔ اس لئے آپ موضوع سے گریز نہ کیجئے پہلے اس موضوع پر گفتگو کر لی جائے پھر دوسرے موضوع متعین پر گفتگو ہوگی۔

عبدالغفار محمد صدیق

۲۵ر جون ۱۹۷۱ء

۲۵ر جون ۱۹۷۱ء کے روز و شب کی بحثوں کا کل حاصل یہی ہے۔ میں نے اس تاریخ کی تحریروں سے چند پرچوں کا انتخاب کیا ہے باقی پرچے کٹ حجتی اور بکواس سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک ہی بات کی تکرار کی گئی ہے۔ میدان مناظرہ میں پہلے کون آیا؟ کون غیر

حاضر تھا؟ مناظر کون ہوگا؟ شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کون کر رہا ہے؟ مناظرہ کرنے کا حق دار کون ہے؟

اسی طرح کی لفظی جنگ سے باقی پرچے پر ہیں۔آئندہ تاریخوں میں بھی بکواس اور ہرزہ سرائی زیادہ ملے گی اور مسائل پر گفتگو کم۔ ہر چند ہم نے چاہا کہ گفتگو اصولی ہو لیکن فریق اول اپنی روایتی دشنام طرازی پر اٹل رہا۔اور بدنجہ مجبوری فریق ثانی کو بھی کہیں کہیں زبان کھولنے پر مجبور ہونا پڑا۔اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت کی تشریح وتوضیح پیش کردی جائے تاکہ قارئین کرام پر رضاخانی فرقہ کی دسیسہ کاری واضح ہوجائے اور حضرت تھانوی کی صاف ستھری عبارت کا صحیح مفہوم جو مصنفؒ کی منشاء ہے ذہن نشین ہوجائے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس عبارت کو رضاخانی فرقہ کے مولوی صاحبان نے موضوع بنانے کے بعد تسلسل کے ساتھ دہرایا ہے اور اسی تسلسل کے ساتھ ہم نے تفہیم وتشریح بھی کردی ہے لیکن عناد اور جاہ پرستی قبول حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں ورنہ خاں صاحب بریلوی پر قبولیت حق کا دروازہ بند نہ ہوتا اور ان کے پیروکار آج تک وہی لکیر نہ پیٹتے حالانکہ حضرت مصنف رحمہ اللہ اور بہت سے معتبر علماء کرام کی تحریریں ان کی نظر سے بھی گذر چکی ہیں اور سیکڑوں مناظروں میں رضاخانی مولویوں کو دو اور دو چار کی طرح سمجھایا بھی گیا ہے اور ہم نے بھی تحریری مناظرہ کے دوران بارہا اس کو سمجھانے کی کوشش کی ہے مگر جو لوگ سمجھ کر بھی نہ سمجھنا چاہتے ہوں ان کو تو سمجھانا امر محال ہے۔ چونکہ ہمارے مناظرہ کی تحریریں وقت اور سوال کے لحاظ میں بہت طویل اور بکھری ہوئی ہیں۔اس لئے ہم نے اس عبارت کی تشریح وتوضیح کیلئے فاتح رضاخانیت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مناظرہ کیلئے تیار کردہ جوابات سے ایک انتخاب کیا ہے۔وہی پیش خدمت ہے۔حضرت مولانا نعمانیؒ نے مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے تکفیری فتوے، حسام الحرمین کے جواب میں یہ بیان مطابق ۱۹۳۳ء ۱۳۵۲ھ میں ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کیلئے تیار کیا تھا جس کیلئے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم، پروفیسر علامہ اصغر علی روحی اور شیخ صادق حسن امرتسری (بیرسٹرایٹ لا) حکم طے پائے تھے۔یہ مناظرہ لاہور میں منعقد ہونے والا تھا لیکن ایک فریق کے راہ فرار اختیار کرنے پر حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''معرکۃ القلم'' کے

نام اور ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے لقب سے اپنا تیار کردہ جواب شائع کر دیا تھا۔ حضرت نعمانیؒ کا یہ بیان اب فیصلہ کن مناظرہ، کے نام سے کتابی شکل میں دستیاب ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حسام الحرمین میں صفحہ ۲۰ اور ۲۱ پر فرماتے ہیں۔

ومن كبراء هولاء الوهابية الشيطانيه رجل أخر من اذناب الگنگوهي يقال له اشرف علی التهانوی صنف رسيلة لاتبلغ اربعة اوراق وصرح فيها بان العلم الذی لرسول الله صلى الله عليه وسلم بالمغيبات فان له مثله حاصل لكل صبی وكل مجنون بل لكل حيوان وكل بهيمة وهذالفظه الملعون ان صح هذا الحكم على ذات النبی المقدسة بعلم المغيبات كما يقول به زيد فالمسئول عنه انه ماذااراد بهذا ابعض الغيوب ام كلها ،فان ارادالبعض فای خصوصية فيه لحضرة الرسالة فان مثل هذا العلم بالغيب حاصل لزيد وعمرو بل لكل صبی و مجنون بل لجميع الحيوانات والبهائم وان اراد الكل بحيث لا اشذ منه فرد فبطلانه ثابت عقلا ونقلاً. الخ

اقول فانظر الى آثارختم الله تعالى كيف يسوی بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين كذا وكذا .

ترجمہ: اور اس فرقۂ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں ہے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی کہ چار ورقوں کی بھی نہیں۔

اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے۔ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔

ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ الیٰ قولہ۔

اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی عقلی سے ثابت ہے۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چنیں و چناں میں۔

اس جگہ خاں صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اس کا ترکی بترکی کلّہ بکلّہ جواب وہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں بھی مجددانہ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔

ادھر قران شریف کا ارشاد ہے

قل لعباد ی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطان ینزع بینھم ان الشیطان کان للانسان عدوا مبینا.

اے رسول آپ میرے ایمان والے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو۔ تحقیق شیطان پھوٹ ڈلواتا ہے ان کے درمیان۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

دوسری جگہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے۔

ادفع باللتی ھی احسن السیئة

آپ بدی کا جواب نیکی سے دیجئے

پس حسب فرمودہ قرآن ہم خاں صاحب کی ان گالیوں کے جواب میں صرف حق تعالٰی سے یہ عرض کریں گے کہ خداوند! خاں صاحب تو اس دنیا سے جا چکے ہیں اب ان کے اخلاف کو ایسی بری عادتوں سے بچا جو دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں حرمان وخسران کا باعث ہوں۔

اس کے بعد ہم اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد،

معلوم ہوتا ہے کہ حسام الحرمین لکھتے وقت خاں صاحب نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانت داری سے کام نہ لوں گا۔ غور تو کیجئے کہ کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب اور کہاں خاں صاحب کا تصنیف کردہ یہ لعنتی مضمون کہ "غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔" (معاذ اللہ منہ) کاش خاں صاحب اپنا فیصلۂ کفر سنانے سے پہلے حفظ الایمان کی پوری عبارت بغیر قطع وبرید کے نقل کردیتے تو ناظرین کو خود ہی حقیقت معلوم ہو جاتی اور ہم کو جوابدہی کے لئے قلم اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ (حفظ الایمان) حضرت حکیم الامت (دامت برکاتہم) کا ایک مختصر سا رسالہ ہے جس

میں تین بحثیں ہیں اور تیسری بحث یہ ہے کہ ''حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟'' واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ ''حضور اقدس کو علم غیب تھا یا نہیں؟'' اور تھا تو کتنا تھا؟ بلکہ وہاں مولانا مدظلہ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو ''عالم الغیب'' کہہ نہیں سکتے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتایا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صغیر ہو یا کبیر، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو خالق القردۃ والخنازیر کہنا ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے زرع (کھیتی) کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے لیکن اس کی ذات پاک پر زراع کا اطلاق درست نہیں۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیئے جاتے ہیں۔ اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ لغت کی تمام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ ''رزق امیر الجند'' (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا ہرگز درست نہیں ہے اور حضورؐ کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ خود ہی اپنی نعل مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔ الخ،

لیکن اس کے باوجود حضور اقدسؐ کو خاصف النعل، (جفت دوز) اور حالب الشاۃ (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ حضورؐ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز وعدم جواز یہ الگ مسئلہ ہے اور ان دونوں مین باہم تلازم بھی نہیں۔ جب بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولانا کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے اور حضور کو جس طرح خاتم النبین، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین وغیرہ وغیرہ القاب سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس طرح

لفظ ''عالم الغیب'' سے حضور کو یاد نہیں کیا جا سکتا اور اس مدعا کی دو دلیلیں مولانا نے پیش کی ہیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جسکو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہٰذا اگر کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس حق جل مجدہ کے سوا کسی اور کو ''عالم الغیب'' کہنا بغیر کسی ایسے قرینے کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہوگا کہ اس سے ایک مشرکانہ خیال کا شبہ ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے۔ جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضورؐ کو لفظ ،راعنا، سے خطاب کرنے کی ممانعت اور حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو عبدی وامتی کہنے سے نہی اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ یہ کلمات ایک باطل معنی کی طرف موہم ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ خود متکلم کا قصد ایسا نہ ہو۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی پہلی دلیل کا خلاصہ مگر چونکہ خاں صاحب کو مولانا کی اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ تقریباً یہی مضمون خود خاں صاحب نے بھی اپنی کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' میں ایک جگہ پوری صفائی سے لکھا ہے۔ اس لئے اس کی تصویب وتائید میں ہم کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے اور اب مولاناؒ کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ بات واقع ہے جس کے متعلق خاں صاحب کا دعویٰ ہے کہ

''اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور پاگل اور ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔''

لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت فہم کیلئے یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور مولانا کی اس دوسری دلیل کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو شخص حضورؐ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو عالم الغیب کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضورؐ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ

آنخضرتؐ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے (اور خود مولوی احمد رضاخاں صاحب بھی یہی کہتے ہیں) اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہرانسان کو بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ بس اس شق کی بناء پر چونکہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً ونقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہٰذا ملزوم (یعنی زید کا حضور کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔ یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ...... اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

حفظ الایمان کی عبارت اور اسکی توضیح

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذات قدسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہے یا کل غیب (یہاں حضرت مولاناؒ اس شخص سے جو آنخضرت کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام زید ہے۔ یہ دریافت فرمارہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس وجہ سے کہ حضورؐ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے عالم الغیب کہتے ہیں کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضورؐ کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو اور تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اسکی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضورؐ کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی تم ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید وعمرو کو بھی بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع

حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

حفظ الایمان کی عبارت میں خاں صاحب بریلوی کی تحریفات کی تفصیل

یہ تھی حضرت مولانا کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خاں صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر پناہ مانگے اس سلسلہ میں خاں صاحب نے جو تحریفات کیں۔ ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

(۱) حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم مراد تھا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اقدس، مگر خاں صاحب نے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مراد لے لیا اور لکھ مارا کہ

> اس میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔ (حسام الحرمین صفحہ ۲۰)

(۲) حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ

> ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

خاں صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان سے بالکل اڑا دیا کیونکہ اس سے صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے کہ زید و عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف۔

(۳) حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا۔

"تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے" خاں صاحب نے اس کو بھی صاف اڑا دیا کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور سرور

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی مقدار میں کلام نہیں فرمارہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد خاں صاحب کی ساری کاروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہر حال خاں صاحب نے صاحب حفظ الایمان کو کافر بنانے کیلئے یہ خباثتیں کیں اور جن فقروں سے عبارت حفظ الایمان کا صحیح مطلب بآسانی معلوم ہوسکتا تھا وہ درمیان سے بالکل حذف کردیئے اور عبارت کا صرف ابتدائی اور آخری حصہ نقل فرمادیا اور ایک بڑی چالاکی یہ کی کہ عبارت حفظ الایمان کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا اس میں اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا جس سے وہ حضرات یہ سمجھ سکتے کہ اس عبارت کے درمیان میں سے کچھ فقرے حذف کردیئے گئے ہیں۔

چنانچہ ہمارے ناظرین حسام الحرمین کی اس عربی عبارت میں خاں صاحب کی یہ دستکاری ملاحظہ فرماسکتے ہیں جو ہم نے شروع بحث میں حسام الحرمین سے بلفظہ نقل کی ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح

اگرچہ خاں صاحب کی دیانت اور ان کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہوگیا ہوگا مگر ہم مبحث کی مزید توضیح اور تفہیم کیلئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر تھا کہ:

حضورؐ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کل علم غیب کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے، دوسری یہ کہ بعض غیب کی وجہ سے، پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے اور دوسری اس لئے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے۔ تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں:

(۱) جب تک مبدأ کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جاسکتا ہے جبکہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو، اور زاہد

اسی کو کہا جائیگا جس کے ساتھ زید کی صفت قائم ہو اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کیساتھ موصوف ہو۔(الی غیر ذالک من الامثلۃ)

(۲) علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

(۴) مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

(۵) ہر زید وعمرو کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

(٦) لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے وہ خود باطل ہے۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کرسکتا ہے۔اس لئے سردست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمہ کو خاں صاحب ہی کی تصریحات۔سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہیں تھا۔"

فاضل موصوف رحمہ "الدولۃ المکیۃ" صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں

فانا لاندعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قد احاط بجمیع معلومات اللہ سبحانہ وتعالیٰ فانہ محال للمخلوق

ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کیلئے محال ہے۔

اور اسی ،الدولۃ المکیۃ ، میں ہے

ولانثبت بعطاء الله تعالیٰ ایضاً الاالبعض.(الدولۃالمکیۃص ۲۸)	اور ہم عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔(خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور یہی خاں صاحب تمہید ایمان ص ۳۴ پر فرماتے ہیں۔

''حضور کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں۔''

نیز اس تمہید کے ص ۲۴ پر ہے

''اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔''

خاں صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا بلکہ تمام غیوب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کیلئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔اور یہی بعینہ حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ تھا جو بحمد اللہ خاں صاحب ہی کی تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔فلله الحمد۔

حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا:۔

''مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔''

اس کا ثبوت بھی خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوف ''الدولۃ المکیۃ'' ص ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں:

انا امنا بالقیامة وبالجنة وبالنار وبالله تعالی وبالامهات السبع من صفاته عزوجل وكل.ذلك غيب وقد علمنا كلا بخياله ممتازا عن غيره فوجب حصول مطلق العلم التفصيلي بالغيوب لكل مومن.	بیشک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت اور دوزخ پر اور اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

نیز یہی خاں صاحب،، خالص الاعتقادص ۲۴ پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ.... مسلمانوں کو فرماتا ہے یومنون بالغیب، غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شی کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن؟ لاجرم تفسیر کبیر میں ہے لا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب مالنا علیه دلیل یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے۔"

خاں صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے۔

خاں صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

موصوف اپنے والد ماجد کی پیشین گوئی کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں

یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے کفش بردار ہیں علوم غیب دیتا ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت)

خاں صاحب کے نزدیک ایک گدھے کو بعض غیوب کا علم

خاں صاحب نے (اس کے ثبوت میں کہ کشف فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں ہے بلکہ وہ غیر مسلموں حتیٰ کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے) اپنے کسی بزرگ سے (جس کے ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے) ایک صاحب کشف گدھے کی عجیب وغریب حکایت نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ نے فرمایا

ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے۔ اس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس کا دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خاں صاحب فرماتے ہیں۔

بس یہ سمجھئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کیلئے ہو سکتی ہے (یعنی کشف) انسان کیلئے کمال نہیں (الخ حصہ چہارم ص ۱۱)

خاں صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔

وھذا ھو المقصود دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے۔

ہم ابھی ابھی، الدولۃ المکیۃ، سے خاں صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں۔ جس میں تصریح ہے کہ، حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت اور دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں، (اور یہ بالکل صحیح ہے)

علی ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بیشک امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس ومبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے، پس جسکو اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت یا اس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا۔ اور خاں صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتی کہ درختوں کے پتے اور ریگستانوں کے ذرے بھی توحید ورسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں۔ وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خاں صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم ص ۷۷ پر ہے:

''ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ۔''

اسی کے صفحہ ۸۸ پر ہے

ایک ایک روحانیت تو ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے۔ اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا کچھ اور وہی مکلف ہے ایمان وتسبیح کے ساتھ حدیث میں ہے۔

مامن شئ الاوتعلم انی رسول اللہ الامردۃ الجن والانس	کوئی شی ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے

خاں صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:۔
(۱) ہر مومن کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔
(۲) غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔
(۳) گدھے جیسے احمق جانوروں کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔
(۴) کائنات کی ہر چیز حتی کہ نباتات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔
اور یہی حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل جن چھ مقدمات پر مبنی تھی۔ ان میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل بدیہی تھے اور دو محتاج ثبوت تھے سو ہم نے ان کو بحمد اللہ خاں صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا کی وہ دلیل جس پر خاں صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا بجمیع اجزاءٖ خاں صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خاں صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں:

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

اگر چہ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق کچھ اور عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید توضیح کیلئے آخر میں ہم ایک مثالی فوٹو پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی فوٹو

فرض کیجئے کہ خاں صاحب مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کوئی مرید یا جانشین حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں تو آیا کل غیب کی وجہ سے یا بعض غیب کی وجہ سے، اگر کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو وہ تو بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب کے عقلاً و نقلاً باطل بلکہ محال ہے۔ اور اگر بعض غیب کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور آپ کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی تو آپ اس کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر اس میں حضورؐ کی کوئی تخصیص نہیں رہی کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو تمام مومنین بلکہ تمام انسانوں اور بلکہ تمام کائنات حتی کہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے۔

تو آپ کے اس اصول پر لازم آئے گا کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو

عالم الغیب کہیں، اگر آپ فرمائیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر بتلایا جائے کہ اس صورت میں عالم الغیب کہنے میں حضور کی کیا تعریف نکلی جب آپ کے نزدیک سب کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ کیا دنیا کا کوئی باہوش انسان میرے اس کلام سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ معاذ اللہ میں نے دنیا کی ہر چیز کو، علم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔

اسی کی ایک دوسری اس سے بھی زیادہ عام فہم مثال ملاحظہ ہو۔ فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بڑا مخیّر ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اب کوئی احمق مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں تو اس کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے الخ۔

غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کے اس کلام کا مطلب یہی ہے کہ اس نے اس مخیّر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا یا اس نے ہر غریب انسان اور معمولی مزدور کو اس بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔

ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔

اس کے بعد ہم اہل سنت کے مسلم امام علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو بالکل عبارت حفظ الایمان کے مشابہ ہے۔ امید کہ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی سنی مسلمان حفظ الایمان کے متعلق لب کشائی کی جرأت نہ کریگا۔ کیونکہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قریب قریب شرح مواقف کی اسی عبارت کا ترجمہ

ہے۔ ملاحظہ ہو حضرت علامہ فرماتے ہیں:

واما الفلاسفة فقالوا هو النبي من اجتمع فيه خواص ثلث يمتاز بها من غيره ،احدها اي احد الامور المختصة به ان يكون له اطلاع على المغيبات الكائنة والماضية والآتية.

بہر حال فلاسفہ پس وہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں۔ جن کی وجہ سے وہ نبی غیر نبی سے ممتاز ہو سکے ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہونی چاہئے کہ ان مغیبات پر جو ہوئے ہیں یا ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں فلاسفہ کی طرف سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد انہیں فلاسفہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ:

وكيف يستلزم ذالک الاطلاع في حق النبي وقد يوجد ذالک فيمن قلت شواغله لرياضة بانواع المجاهدات او مرض صارف للنفس عن الاشتغال بالبدن واستعمال الألة او نوم ينقطع به احساساته الظاهرة فان هولاء قد يطلعون على مغيبات ويخرجون عنها كما يشهد به التسامع والتجارب بحيث لايبقى فيه شبهة للمنصفين.

اور انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا کیونکر مستبعد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی نیند کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضت و مجاہدات کرنے والے اور مریض جن کو مالیخولیا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسا کہ تجربہ شاہد ہے یہاں تک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

قلنا ماذكرتم مردود بوجوه اذ الاطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبي اتفاقا منا ومنكم ولهذا قال سيدنا الانبياء ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير ومامسني السوء. والبعض اى الاطلاع على البعض لا يختص به النبي كما اقررتم به حيث جوزتموه للمرتاضين والمرضىٰ والنائمين فلا يتميز به النبي عن غيره.

جو کچھ تم نے کہا چند وجوہ سے مردود ہے اس لئے (کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے؟ کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر) کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو کوئی برائی نہ چھوتی اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کیساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے اس لئے تم اس کو جائز رکھتے ہو ریاضت کرنے والوں کیلئے اور مریضوں کیلئے اور سونے والوں کیلئے لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

ناظرین کرام بانصاف غور فرمائیں کہ شرح مواقف کی اس عبارت اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں کیا فرق ہے؟

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے اس قدر بیان کے بعد مزید اتمام حجت کیلئے ہم اختصار کیساتھ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جواب بھی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی افتراء کی تردید میں تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو؛

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا یہ فتویٰ...... حسام الحرمین میں جب شائع ہوا اور اس سے ایک فتنہ برپا ہوا تو جناب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا تھانویؒ کو خط لکھا کہ:

مولوی احمد رضا خاں بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے کو اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں ،، حفظ الایمان ،، میں آپ نے یہ لکھا ہے؟ یا آپ کا عقیدہ ہے؟ اگر عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے؟ ملخص از بسط البنان۔

حضرت مولانا تھانویؒ جواب دیتے ہیں

میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا، میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔ جیسا کہ اخیر میں عرض کروں گا، جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں ......تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسی گرامی نامہ میں جو اسی زمانہ میں بسط البنان کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے، خاں صاحب کے اس الزام کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کا مطلب بیان کیا ہے لیکن اب یہاں اس کے نقل کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ ہم نے جو کچھ اس عبارت کی توضیح میں اوپر لکھا ہے وہ گویا حضرت مولانا کے اسی جواب کی شرح ہے۔

ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ فاضل بریلوی اپنے فتوائے کفر میں صداقت اور دیانت سے کتنے دور ہیں۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

(فیصلہ کن مناظرہ از صفحہ ۱۳۷ تا صفحہ ۱۵۷)

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی عبارت کی توضیح وتشریح اور عبارت کو صاف، ستھرا اور بے غبار ثابت کرنے کا فرض ہم پورا کر چکے، ہم نے درمیان مناظرہ جو تشریح وتوضیح کی تھی وہ طوالت کی بنا پر نقل نہیں کی توضیحی تحریروں میں سرفہرست حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی علامہ نور محمد ٹانڈوی اور مولانا ارشاد احمد سابق مبلغ دار العلوم دیوبند اور راقم الحروف کی تحریر ہے جو کم وبیش پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود رضا خانی فرقے کے علماء اسی

سوال کو دہراتے رہے۔اس لئے آئندہ تحریروں میں ہم اس عبارت کے توضیحی جواب کو نظر انداز کریں گے اور تاریخی ترتیب کے ساتھ دیگر موضوعات پر جو کچھ تحریروں میں آیا ہے اسی کو پیش کریں گے۔آیئے اب ۲۶ رجون ا۷ء کی تحریروں پر ایک نظر ڈال لیں۔

چونکہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رضا خانی مناظرین بار بار دہراتے رہے اور ضد ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے رہے۔اس لئے علماء حق نہ چاہنے کے باوجود انکی ہرزہ سرائیوں کا کچھ نہ کچھ جواب دیتے رہے۔اس سلسلہ کلام کا ایک جواب جو حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے املا کرایا تھا وہ پیش خدمت ہے ۔ اس کے بعد ہم اس موضوع پر کوئی تحریر پیش کرنا فضول سمجھتے ہیں۔حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں۔

> حفظ الایمان کی متنازعہ عبارت کے متعلق پچاس برس سے زیادہ عرصہ گزرا برابر جواب دیا جارہا ہے۔جواب کی نوعیت سائل کے لحاظ سے ہوتی ہے یعنی سائل کا جو طریقہ سوال ہوتا ہے اور اس کے ذہن میں جو شبہ ہوتا ہے ۔جواب میں اس کا ازالہ کیا جاتا ہے۔
>
> اصل یہ ہے کہ حفظ الایمان میں تین سوالات کا جواب ہے۔سوال ثالث میں سائل نے جو کچھ لکھا تھا اس کے زعم کے مطابق اس کے دعوے کی دو صورتیں بیان کر کے دونوں صورتوں کو باطل کیا تھا۔اب جو شخص یہ پوچھتا ہے کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو معاذ اللہ چوپایوں کے علم کی برابر قرار دیا ہے جیسا کہ خاں صاحب نے آپ کی طرف منسوب کیا ہے لفظ جیسا بڑھا کر اسکو یہ فرمایا کہ یہ خبیث مضمون کبھی میرے ذہن میں نہیں آیا۔جو شخص ایسا سمجھے میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ توہین کرتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جس شخص نے اس اصل حقیقت کو سمجھ کر دریافت کیا کہ یہ جو کچھ لازم آیا سائل کے عقیدے کے ماتحت لازم آیا اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر اس عبارت سے مخاطب غلط مطلب نکال کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور اصل حقیقت سمجھنے سے اپنی خباثت کی بنا پر مانع رہتا ہے تو میں اس کو اس طرح تبدیل کرتا ہوں جس سے غلط

فہمی پھیلانے کا اور مخلوق کو گمراہ کرنے کا موقعہ ہی ختم ہو جائے۔ اس کی توضیح کیلئے ''سیف ایمانی'' اور بسط البنان'' وغیرہ میں کلام کیا گیا ہے جن کو دیکھ کر طالبین حق پورے طور پر مطمئن ہو گئے کہ یہ خاں صاحب کی خیانت اور بے جا دھاندلی ہے اور کچھ ایسے بھی محروم القسمت ہیں جن کے مقدر میں کفر ولعنت کے سوا کچھ لکھا بھی نہیں وہ ان کتابوں کو پرانی کتابیں کہہ کرنا قابل اعتنا قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ نے '' جہنم کی بشارت'' نہیں دیکھی جس میں آپ کے شک کا پورا جواب دیا گیا ہے۔

پہلے عرض کیا گیا تھا کہ پرانی کس کس چیز کو چھوڑ دیا جائے گا آپ نے اس پر التفات نہیں فرمایا اور ایسے طریقے پر سوال لکھا جیسے اس کا جواب ہی نہیں دیا گیا۔ یہی طریقہ رضاخانیوں کا چلا آرہا ہے جیسا کہ عرض کیا گیا لیکن ابھی تو دنیا میں بصیرت سے محروم اور رضاخانی نہیں ہیں بلکہ واقعۃً طالب حق بھی ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے ان کے شکوک رفع ہو کر رضاخانیوں کی خیانتیں سامنے آرہی ہیں۔ اس سے پہلے کی تحریر کی طرف سے سکوت کیوں ہے؟

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تحریر میں ایک جواب طلب کیا ہے۔ اس کا سلسلہ یوں ہے کہ خاں صاحب بریلوی کے مظہر اتم سگ بارگاہ رضویہ مولوی حشمت علی کے ایک تکفیری فتوی کے مطابق رضاخانی گروہ کے محدث اعظم ہند بھی کافر ہو گئے۔ اس پس منظر کو سامنے رکھ کر حضرت مفتی صاحب کی دلچسپ اور معنی خیز عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

آپ کے حضرت محدث اعظم ہند کے متعلق ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں پیش کیا بلکہ خانصاحب بریلوی کے مظہر اتم شیر بیشۂ سنت جو کہ اپنے کو سگ بارگاہ رضوی لکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کے محدث اعظم پر بھی کفر کا فتوی جڑا ہے۔ یہ شوق تکفیر ہے جو خانصاحب سے اس کے مظہر اتم کو حصہ میں ملا ہے اور وراثت معنوی میں وہ ان کے صحیح جانشین ٹھہرے۔ تو ظاہر ہے کہ ان کا فتوی کفر کے بارے میں آپ کے نزدیک تو حجت ہوگا۔ اس لئے اس عقدہ کو حل کرنا چاہا تھا۔ مقصود یہ ہے کہ بریلوی عقائد والوں کے یہاں کفر ہر جگہ نظر آتا ہے جس طرح خان صاحب نے کسی فرقۂ مومنہ کو خواہ وہ

موجودہ ہوخواہ گزشتہ ہو کفر کی خیرات تقسیم کرنے سے نہیں بخشا۔ صحابۂ کرام تک کو نہیں بخشا۔ یہی شوق تکفیر مظہر اتم میں موجود ہے۔ تو فرمائیے یہ جنکو آپ محدث اعظم ہند کہتے ہیں ان پر خاں صاحب کے مظہر اتم کفر کا فتوی جڑتے ہیں، کیا کفر کیساتھ بھی آپ کے یہاں محدث اعظم ہوتے ہیں؟ اس کا جواب طلب کیا تھا بہتر ہوگا اس کے جواب کی توضیح فرمادیں۔

۲۶ رجون ۱۹۷۱ء

ناظرین توجہ فرمائیں کہ علماء حق مناظرہ کے میدان میں بھی سنجیدگی و شرافت کا دامن نہیں چھوڑتے اور دوٹوک بات کرتے ہیں۔ نامہذب الفاظ، ناشائستہ طرز بیان سے ان کو نفرت ہے وہ ہرزہ سرائیوں کا جواب بھی متانت سے ہی دیتے ہیں۔ اوپر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو سوال کیا ہے ذرا اس کا جواب رضا خانی مولویوں سے سنیں۔

حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے متعلق حضرت شیر بیشۂ سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کسی فتوی کا حوالہ دینا۔ حفظ الایمان کی اصل مبحث سے آپ کا کھلا ہوا فرار ہے۔ یہ آپ کے چہرے کی کیسی کالک ہے جس سے آپ کے پرانے پرکھے بھی اپنے چہرے کو صاف نہیں کرسکے۔ آپ جیسے طفل مکتب سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔ غیر متعلق مباحث کا لانا حفظ الایمان کی کفری عبارت سے آپ کے لاجواب ہونے کی روشن دلیل ہے اگر ہوش وحواس ہوں تو جس کتاب سے آپ نے حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ پر کفر وارتداد کا الزام لگایا ہے۔ آپ اس کتاب کا نام ہی دیکھ لیجئے۔ اسکا نام ہے، ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ، حضرت شیر بیشۂ سنت علیہ الرحمۃ نے اس میں سوالات قائم فرمائے ہیں نہ کہ حکم لگایا ہے۔ مستفتی اور مفتی کا جو فرق ہے آپ اس قدر حواس باختہ ہیں کہ اس کا فرق بھی ذہن سے جاتا رہا۔

۲۶ رجون ۱۹۷۱ء

قارئین کرام! آپ نے رضا خانی مناظر کی عبارت ملاحظہ فرمائی۔ شرافت کے کس درجہ میں ہے یہ نوزائیدہ فرقہ اور جواب دینے کا انداز بھی کتنا نرالا ہے۔ سچ ہے جب جواب

نہیں بن پڑتا تو آدمی گالیوں پر اتر آتا ہے۔کہاں تو خاں صاحب کے مظہر اتم سگ بارگاہ رضویہ کے حوالہ سے کہا جارہا ہے کہ حضرت محدث اعظم ہندان کے فتوی کی رو سے کافر مرتد ہیں اور کہاں راہ فرار اختیار کرنے کیلئے گالیاں۔

واقعہ یہ ہے کہ رضا خانیوں نے ۱۳۵۸ھ میں ایک آل انڈیا سنی کانفرنس کاٹھیاواڑ میں منعقد کی۔اس کانفرنس میں اس فرقہ کے ہز ہائی نس محدث اعظم ہند مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی بھی شریک ہوئے۔۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ کو جمعہ کی نماز دھوراجی کی فاروقی مسجد میں ادا کی۔مسجد کے امام وخطیب دیوبندی عالم تھے۔اس اقتداء کے خلاف رضا خانیوں نے احتجاج بھی کیا اور مسجد سے نکل کر چلے گئے۔

محدث اعظم ہند نے اس احتجاج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نماز اطمینان کے ساتھ ادا کی اور کوئی نکیر بھی نہیں کی۔مظہر اتم سگ بارگاہ رضویہ نے اپنے رسالہ ''ستر باادب سوالات'' میں فتوی صادر فرمایا کہ مرتد کی اقتدا شرعاً کفر وارتداد اور ایسا کرنے والا بحکم شریعت مطہرہ کافر ومرتد ہے۔(صفحہ ۳۲)

ظاہر ہے کہ اس فتوی کی رو سے جو رضا خانی کچھوچھوی صاحب کو مانتے ہیں وہ سب کے سب کافر ومرتد ہوگئے۔اسی کفر کے بدنما داغ کو دھونے میں رضا خانی مناظر گالیاں بک رہے ہیں۔گالیوں کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ اس طرح کی گالیاں سماج کے کون سے لوگ دیتے ہیں۔کیا یہ رضا خانی مولوی بھی سماج کے انہیں لوگوں میں سے ہیں

> آپ لوگوں کو گالیاں دینا آتا ہے۔خوب دیجئے،ماں کی دیجئے،بہن کی دیجئے بیٹی کی دیجئے،دادی کی دیجئے،نانی کی دیجئے،پھوپھی کی دیجئے،دن میں دیجئے رات میں دیجئے، مکان میں دیجئے،دوکان میں دیجئے،اندھیرے میں دیجئے،اجالے میں دیجئے،جتنی دے سکتے ہوں اتنی دیجئے۔ (۲۶/جون ۱۹۷۱ء ۷ بجکر ۲۲ منٹ شب)

اس طرح کی گالیاں دیہاتی سماج کے انتہائی پھوہڑ گندے اور جاہل لوگ دیا کرتے ہیں کیا خبر تھی کہ سنت کا لیبل لگانے والے بھی اسی طرح گالیاں بکتے ہیں اور وہ بھی مولوی ہوکر۔استغفر اللہ۔

اس گالی نامہ کے بعد جب مولوی سید محمد کچھوچھوی کے سر سے کفر وارتداد کا بوجھ نہ اتار سکے تو انہوں نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ پر الزام عائد کرنا شروع کردیا کہ وہ تو اپنا کلمہ پڑھاتے تھے۔ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ، اور اپنا ہی درود پڑھاتے تھے۔ یہ الزام تراشی رضاخانی مولویوں نے کہاں سے کی اور اس الزام کی حقیقت کیا ہے؟ اس کو حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

> دیکھئے خواب دیکھنے والا آپ کا مرید نہیں ہے بلکہ یہ غائبانہ عام تعلق رکھتا ہے وہ کہتا ہے میں خواب دیکھتا ہوں لفظ خواب پیش نظر رہے۔ دوسری بات یہ کہ جب وہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے تو اس کی جگہ حضور (مولانا تھانوی کا) نام لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اتنے میں دل میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمۂ شریف پڑھتا ہوں دل میں تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ (لفظ بے ساختہ ملحوظ خاطر رہے) بجائے رسول اللہ کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح سے درست نہیں لیکن بے اختیار (لفظ بے اختیار خیال میں رکھئے گا) زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ آگے چل کر کے اس نے کہا بے اختیار ہوں، مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں ہے۔ ان حالات میں کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ کلمہ کو بدل کر کے دوسرا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ شاید آپ کو حدیث پاک یاد نہیں ہے۔

رفع القلم عن ثلاثۃ (الحدیث) (اسی کیساتھ ذرا اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص مرید ہونے کیلئے حاضر ہوا تو شیخ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو ایک شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ ارشاد کروں تو اسکو بجالا دے۔ اس نے قبول کیا۔ شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ اچھا کلمہ کس طرح پڑھتے ہو۔ اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو۔ لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ جب کہ یہ شخص عقیدہ میں راسخ تھا فوراً پڑھنے لگا لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ یہ واقعہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

ملفوظات مسمی فوائد الفواد کے اردو ترجمہ میں نقل کیا ہے۔(دیکھو صفحہ ۲۵۱)
اب آپ کے نزدیک حضرت شبلی اور ان کے یہ عقید تمند مرید اور حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی جو ان ملفوظات کے جمع کرنے والے ہیں حضرت امیر حسن علی سنجری یہ سب کے سب کیا ہوئے؟ اگر گویم زباں سوزد امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے اور سمجھ بوجھ سے کام لیں گے تو خواب والی عبارت پیش کرنے کی جرأت نہ کرینگے اور اختیار و اضطرار اور خواب کا فرق بھی ملحوظ رکھیں گے۔

یہ ہے رضا خانیوں کے الزام کی بنیاد جو ایک عام آدمی کے خواب پر اٹھائی گئی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ خواب میں نہ جانے کیا کچھ نظر آتا ہے۔ قابل بیان چیزیں بھی نظر آتی ہیں اور نا قابل بیان بھی۔ سہاؤنے خواب بھی ہوتے ہیں اور ڈراؤنے بھی۔ بہت سے خوابوں کی اچھی تعبیریں بھی سامنے آتی ہیں اور بہت سے خواب پراگندہ اور بے معنی ہوتے ہیں۔ ان کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اگر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ کے سامنے کسی نے اپنا خواب تعبیر کیلئے نقل کر دیا تو کون سا شرعی جرم ہو گیا؟ اور اس خواب کا تو ذکر اور اس کی تعبیر معلوم کرنا ضروری تھا تا کہ اس خواب سے جو بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا تھا وہ دفع ہو جائے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ نہایت پریشان اور آزردہ خاطر۔ اس نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا۔ حضور میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس کو بیان کرتے ہوئے روح لرزتی ہے بدن کے رونگٹے کھڑے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب نے تسلی دی کہ پہلے خواب تو بیان کرو۔ اس نے لرزتے ہوئے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ مبارک خواب ہے۔ تمہارے گھر میں بچہ پیدا ہو گا وہ انشاء اللہ حافظ قرآن ہو گا۔

اس سے خواب کی شرعی حیثیت واضح ہو کر سامنے آ گئی۔ اس کے باوجود رضا خانیوں کا واویلا مچانا اور خواب و بیداری کو ایک قرار دینا۔ کتنا بڑا مغالطہ اور دھاندلی ہے۔ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ لیکن اس وضاحت کے باوجود رضا خانی اسی کو دہراتے رہے اور جواب

کا مطالبہ کرتے رہے۔ اسی سوال و جواب میں حضرت علامہ نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال یہ اٹھایا کہ خاں صاحب بریلوی نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کیلئے ایک بندر کی حرکت کو حجت بنایا ہے۔

کیا کسی جانور کا عمل یا حرکت شرعی حجت بن سکتے ہیں۔ پوری عبارت یہ ہے۔

خاں صاحب کا مسئلہ قیام میں عجیب استدلال ہے۔ فرماتے ہیں (الملفوظ حصہ چہارم ص ۴۸)

> میں نے بندر کو قیام کرتے ہوئے دیکھا۔ میں اپنے پرانے مکان میں جس میں میرے منجھلے بھائی مرحوم رہا کرتے تھے مجلس میلاد پڑھ رہا تھا۔ ایک بندر سامنے دیوار پر چپکا مؤدب بیٹھا سن رہا تھا جب قیام کا وقت آیا مؤدب کھڑا ہو گیا۔ پھر جب بیٹھے وہ بھی بیٹھ گیا وہ بندر تھا وہابی نہ تھا۔

علامہ مرحوم عبارت نقل کرنے کے بعد اپنی حیرت و استعجاب اور افسوس کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

> افسوس صد افسوس کہ جن کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے تیس ۳۰ پاروں کا قرآن مبین نازل فرمایا اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کیلئے بھیجا، صحابہ کرام آپ کے ذریعہ سے اسلام لا کر بلند مقامات پر فائز ہوئے اور ان کے طفیل میں تابعین اور بعد کے اہل اللہ علم معرفت و اخلاق کی نعمت سے نوازے گئے۔ ان کو نہ قرآن میں دلیل ملی نہ حدیث میں نہ اکابر صحابہ کے سوانح میں، اولیاء اللہ کے حالات طیبہ میں نہ مجتہدین کے فقہ میں دلیل ملی تو کہاں سے؟ بندر سے......
>
> یہ سب عذاب مقبولان بارگاہ الٰہی کو گالی دینے اور ان کی اطاعت نہ کرنے کی بنا پر ہے جو شخص علماء حقانی کا اتباع نہیں کرتا اس کو بندروں کا اتباع کرنا پڑتا ہے۔ صدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ عز وجل من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ (۲۶ رجون ۱۹۷۱ء)

مثل مشہور ہے،، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ خاں صاحب اور ان کے متبعین کو قیام میلاد کی کوئی دلیل نہ ملی تو بندر کو بطور سند و حجت پیش کر دیا اور اس وضاحت کے ساتھ کہ بندر

وہابی نہ تھا،، وہابی ہوتا تو قیام نہ کرتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے انسان بندر صفت ہوتے ہیں، بندروں کی طرح منہ چڑھانا، نقلیں اتارنا، ناچنا اور انسانوں کو اذیت پہنچانا ہی ان کا شیوہ ہے۔ امت محمدیہ میں مسخ صوری عام نہیں ہے لیکن معنوی ضرور ہے. وکـونـوا قردۃً خاسئین ۔ کا ایک مظہر آپ کے سامنے ہے۔ اس کا جواب رضاخانیوں نے ان الفاظ میں دیا۔

> بندر کا واقعہ، مقام استدلال سمجھنا آپ کے ضعف عقل کی دلیل ہے اس کا علاج کیجئے۔ (۲۶ رجون ۱۷ء۱۰ بجکر ۵۰ منٹ شب)

دیکھا آپ نے کتنا اچھا جواب ہے اور کتنی اچھی زبان میں ہے؟ دوبارہ جب وضاحت طلب کی گئی تو یہ جواب ملا۔

> اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو بات بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر شئ سرکار کی تعظیم وتوقیر کرتی ہے۔ مگر چونکہ قیام تعظیمی سے آپ لوگوں کو بڑی چڑھ ہے۔ اس لئے اس کا تمسخر اڑاتے ہیں مگر اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم کو کیا کہتے ہو جو فیصلہ ہفت مسئلہ میں لکھتے ہیں کہ، فقیر قیام میں لذت پاتا ہے، آپ نے ٹانڈوی کو پاخانہ صاف کرنے کی بنا پر متبع سنت بتایا ہے۔ کل سب بھنگیوں کے اس پیشے کو سنت کہنے لگو گے۔ کیا اعتبار ہے۔ (۲۶ رجون ۱۷ء)

جواب نہ بن پڑا اور اپنے اعلیٰ حضرت کے دامن سے بندر کا دھبہ نہ مٹا سکے تو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے اتباع سنت اور اکرام ضیف کا مذاق اڑانے لگے۔ رضاخانی مولوی کے الفاظ میں پڑھیے۔

> ایک بار آپ کے شیخ الاسلام ٹرین کا سفر کر رہے تھے ایک صاحب پاخانہ کو گئے اور فوراً واپس آگئے شیخ سمجھ گئے کہ پاخانہ گندہ ہے۔ چنانچہ خود آپ کے شیخ الاسلام نے جا کر پاخانے کی دھلائی صفائی کی اس کے بعد اس مسافر سے پوچھا کہ آپ پلٹ کیوں آئے؟ اس نے جواب دیا کہ بہت گندہ ہے۔ آپ کے شیخ الاسلام نے کہا اب تشریف لے جائے۔ میں نے اس کی صفائی کردی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے شیخ الاسلام کا یارانہ مہتروں اور بھنگیوں کیساتھ تھا اور یہی لوگ ان کے اوڑھنا بچھونا تھے۔ (۲۶ رجون ۱۷ء)

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع سنت اور تذلل وانکسار اور خلق خدا کی راحت رسانی سے دنیا واقف ہے۔راحت کیلئے پاخانہ صاف کر دینا پیرداب دینا، بستر بچھا دینا حضرت شیخ کے اتباع سنت کی روشن دلیل ہے۔اس کا مذاق اڑانا، مہتروں سے یارانہ قرار دینا، اس کو تحقیر کا بہانہ بنانا بلاشبہ عامل بالسنۃ کا مذاق اڑانا ہے۔علامہ نور محمد ٹانڈوی مرحوم نے تقریباً اسی زبان میں جواب دیا ہے جس کو رضا خانی سمجھتے ہیں۔

انکسار و تذلل کی جو مثال گندگی اور پاخانے کی صفائی میں قابل تحسین تھی اس پر آپ نے مذمت وحقارت کی نگاہ ڈال دی۔کیا حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک یہودی مہمان کی غلاظت کو اپنے ہاتھ سے نہیں صاف کیا تھا؟ مگر آپ کو حضور اکرم اور آپ کے اخلاق شریفانہ سے کیا مطلب ،آپ کو اپنے معزز پیٹ کیلئے مرغن وصیت کی ضرورت ہے۔چاہے رسول اللہ اور رسول کی سنت برباد وتباہ ہوتی ہو آپ سے کیا مطلب؟

بلا سے کوئی ادا ان کی بد نما ہو جائے کسی طرح تو مٹ جائے ولولہ دل کا

آپ کو تو چادر دگا گر اور اس کے شربت سے مطلب ہے۔صرف ایک قطرہ سے جنت مل جاتی ہے۔ذرا اس کو دیکھنا تو سہی کہ پئے ایک قطرہ تو جنت میں جائے پورا گلاس پئے تو کہاں جائے گا۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ کیا توہین آمیز بات لکھ دی کہ آپ لوگ تو بغیر وسیلہ کے خدا سے لینا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ادعونی استجب لکم اسکے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں۔اگر آنکھ ہو تو دیکھو۔سچ کہا مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے کہ بدعتی کا دل مردہ اور آنکھ چوپٹ ہو جاتی ہے۔دیکھو الملفوظ۔اگر خود نہ دیکھ سکو تو ہم کو اطلاع دو ہم خود تمہیں دکھلا دیں گے۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

وہ قیاسی بندر آپ ہی کا تھا تو اس کا اچھلنا کودنا آپ کو مبارک ہو ذرا اس کو بھی تو دیکھئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ازواج مطہرات کی کتنی بے حرمتی اور بے عزتی کی ہے۔ (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں)

> سیدی محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔
>
> (معاذ اللہ) لفظ فرماتے ہیں۔ اسکو دکھلاؤ اور شب باشی جیسے بازاری لفظ سے حضور کی ازواج مطہرات کی جو توہین کی ہے اس کی پھٹکار آج تک چلی جارہی ہے ازواج مطہرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شب باشی اور فرماتے ہیں۔ ان سب کا لحاظ کر کے جواب دیا جائے۔ اب تک بہت سے سوالات جو حد درجہ توہین آمیز اور سنگین ہیں۔ اس کی سیاہی جو آپ کے پیشوا کی پیشانی پر لگی ہوئی ہے اسکے صاف کرنے کی کوئی فکر نہیں ہے بس صرف اپنے معزز پیٹ کے پھلنے اور پھولنے کی فکر کی جاتی ہے اور ادھر کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا جارہا ہے۔ یاد رہے آپ کو جواب نمبروار دینا ہے۔ بغیر جواب دیئے یہاں سے ایک قدم بھی نہیں جاسکتے۔ (۲۶ر جون ا۷ء)

رضاخانیوں کے اعلیٰ حضرت نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ آپ نے دیکھ لیا اور ان قدسی صفات ازواج مطہرات پر جولب کشائی کی اور جو الفاظ استعمال کئے وہ کیا بتاتے ہیں۔ علماء حق کا یہ اعتراض بھی رضاخانی مولویوں سے اٹھاتے دھرتے نہ بنا اور تین سطروں میں یہ جواب دیا۔

> اب ہمیں آپ کو عربی زبان کا لفظ بھی پڑھانا پڑے گا۔ یضاجع ویتمتع بھن اکمل من الدنیا کا ترجمہ کسی مستند لغت کے حوالہ سے لکھئے۔ جی ہاں علامہ زرقانی نے نقل کے بعد اصل بھی خود فرمائی ہے۔ شاید وھو ظاھر ولا مانع منہ کو سمجھ نہیں سکے۔ (۲۶ر جون ا۷ء)

اعتراض کی اہمیت کے پیش نظر اندازہ تھا کہ جواب مفصل ہوگا اور ہرزہ سرائی بھی زیادہ ہوگی لیکن رضاخانیوں پر ایسی بوکھلاہٹ طاری ہوئی کہ اس مختصر جواب کے بعد کچھ نہ

کہہ سکے یعنی اپنے سر سے بوجھ اتار کر پھینک دیا کہ کون اس کو ڈھوتا پھرے۔ عافیت خاموشی میں ہے مگر میدان مناظرہ میں خاموشی سے کہاں نجات ملتی ہے۔ یکے بعد دیگرے کئی سوالات رضاخانیوں کے خیمہ میں پہنچ گئے۔ حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خاں صاحب بریلوی کی کتاب، خالص الاعتقاد، ص ۵ کے حوالہ سے سوال کیا کہ

> فاضل بریلوی نے جو خالص الاعتقاد ص ۵ میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مقدس کو شیطان سے مقابلہ کر کے لکھ دیا ہے کہ "ابلیس لعین کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز وسیع تر نہیں ہے۔" جس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ وسیع تو ہے مگر وسیع تر نہیں۔ قاعدہ بلاغت تو یاد ہوگا کہ جب کسی مقید پر نفی داخل کی جاتی ہے تو نفی راجع ہوتی ہے قید کی طرف اور اور اصل شی کا اثبات ہوتا ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ میں آج تمام رات دیوبندیوں کو اسٹیج پر جواب دیتا رہا اور آج نہیں سویا۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ فی نفسہ سونے کا اثبات ہے مگر آج کی نفی ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مدت تک کبھی نہیں سویا۔ ذرا فرمایئے (یہ کیا ہے؟) (۲۶/جون ۱۷ء)

چونکہ خاں صاحب کے الفاظ صاف وصریح ہیں۔ ان مین کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور خاں صاحب بریلوی کا عقیدہ ظاہر ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مقدس کو شیطان کے علم سے وسیع تر نہیں مانتے بلکہ معاذ اللہ شیطان کا علم وسیع مانتے ہیں۔ جب اس عقیدہ سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ملا تو شرح جامی کا سہارا لیا اور یہ مختصر جواب عنایت ہوا۔

> شرح جامی میں ہے۔ لانہ ای احسن فی ھذا المثال بمعنی حسن وکذا کل افعل فی مواضع اخر. افسوس کہ آپ اور آپ کے پس پشت حضرات شرح جامی خواندہ بھی نہیں ورنہ یہ مہمل سوال نہ کرتے۔ (۲۶/جون ۱۷ء)

اس کے علاوہ رضاخانی قافلہ کوئی جواب نہیں دے سکا اور بار بار یہی دہراتا رہا۔ اور آخر مین یہ لکھا کہ

> شرح جامی کی عبارت آپ کی سمجھ میں نہ آ رہی ہو تو ہم سمجھا دیں۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کیلئے شرمانا بری بات ہے۔ (۲۶/جون ۱۷ء)

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۲۵؍جون کو علماء دیوبند نے خاں صاحب فاضل بریلوی کے حدائق بخشش جلد سوم کا حوالہ دیا تھا کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بدترین گستاخی کی ہے اور یہ بھی حوالہ کے ساتھ کہا تھا کہ خاں صاحب بریلوی نے قرآن مجید میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور رسولوں کی شہادت کا انکار کیا ہے۔ بریلوی مناظرین اب تک غور کررہے ہیں کوئی جواب سمجھ میں نہیں آرہا ہے آئندہ تاریخوں میں جو جوابات موصول ہوئے ہیں وہ اپنی جگہ پر آئیں گے۔ ابھی ان سوالات سے رضاخانی فرقہ عہدہ برآ نہیں ہوسکا ہے کہ حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند نے ،وہابی، پر دلچسپ بحث چھیڑ دی۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ خاں صاحب کے قیام میلاد والا بندر وہابی نہ تھا،، وہابی کا سلسلہ کتنا دراز ہے حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وہابی کو خاں صاحب اپنی کتابوں میں جگہ جگہ مرتد ،ملعون ،بدمذہب جہنمی لکھتے ہیں اور یہ کہ وہابی کے جنازے کی نماز ناجائز ہے وہابی کا پڑھایا ہوا نکاح غلط کسی عورت سے ہوجائے تو وہ غلط حرام کاری وزنا ہے۔ اس پر تو مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے۔ وہابی کو سلام کرنا سلام کا جواب دینا ناجائز ہے حتی کہ اس کیلئے دعاء ہدایت کرنا بیکار اور یہ کہ یہ وہابی فرقہ محمد بن عبد الوہاب نجدی سے چلا ہے لیکن امرأۃ رفاعہ رضی اللہ عنہا کو بھی وہابی قرار دیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو بھی وہابی لکھا ہے۔ بارگاہ رضویہ میں باادب گزارش ہے کہ ان جلیل القدر صحابہ پر وہابیت کا فتویٰ کیوں دیا گیا جس سے ان کا معاذ اللہ مردود، مرتد ،ملعون جہنمی ہونا ثابت ہوگیا۔ کیا تاریخ سے ثابت کریں گے کہ یہ حضرات محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین تھے جو تقریباً تیرہ صدی پیشتر دنیا میں آکر اللہ کو پیارے ہوگئے انہوں نے نہ تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کا زمانہ پایا اور نہ کسی نجدی وہابی کا۔ امید کہ اس تاریخی عجوبہ کو حل فرمائیں گے۔

خود ہی غور فرمایئے جب کوئی شخص وہابی کے متعلق تجانب اہل السنہ اور الملفوظ وغیرہ مطالعہ کریگا اور پھر حضرات صحابہ کرام کو ان کی کتابوں میں

وہابی پڑھیگا وہ ان صحابہ کے متعلق کیا سوچے گا۔ یہ وہی شوق تکفیر نہیں تو اور کیا ہے جس کا ظہور طرح طرح سے ہو رہا ہے۔

(۲) خاں صاحب نے فرمایا کہ، اور چیزیں کھاتے پیتے وقت تو میں بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں جس کی وجہ سے شیطان اس میں شریک نہیں ہوتا ہے لیکن حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا کہ اس میں شیطان شریک ہو جائے تو کیا حرج؟ اس کو دھوئیں سے اذیت ہی پہنچے گی۔

خاں صاحب کا مقام کتنا بلند ہے کہ دھوئیں سے شیطان تک کو اذیت ہوتی ہے اور خاں صاحب کو نہیں ہوتی اور شیطان پر کتنی شفقت ہے اور کتنا قرب حاصل ہے کہ حقہ میں بھی شرکت کا شرف حاصل ہے۔ جیسے دو پکے یار ساتھ بیٹھ کر مزے لے لے کر پیا کرتے ہیں۔ نہیں معلوم اور کس کس مقام پر شیطان کو معیت کا شرف بخشتے ہوں گے۔

بلا تحقیق ہم کوئی جگہ متعین نہیں کر سکتے امید کہ اس عدو مبین کے ساتھ اس حقہ کی معیت کو جمع کرنے کی صورت ظاہر فرمائیں گے کہ قرآن پاک میں شیطان کو انسان کا عدو مبین کہا گیا ہے اور اس سے دوری کا حکم دیتا ہے۔ فاتخذوه عدوا اور خاں صاحب اس کو ساتھ بیٹھا کر حقہ پلائیں۔ یہ حکم خداوندی کی صریح مخالفت ہے یا نہیں؟ (۱۶ رجون ۱۷ء)

ناظرین کرام! دیکھ رہے ہیں کہ جب علماء دیوبند نے فرقہ رضا خانیہ کی خانہ تلاشی شروع کی تو اس فرقہ کے مولویوں پر بوکھلاہٹ طاری ہوگئی اور جواب دینے کے بجائے ادھر ادھر کی اڑانے لگے اور ہمارے اکابر علماء کے واقعات میں کتر بیونت اور سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کرنا شروع کر دیا تا کہ اپنے عیوب پر پردہ پڑا رہے تجانب اہل السنۃ کے حوالہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ سگ بارگاہ رضویہ کے فتویٰ کے مطابق تو برصغیر ہند وپاک میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ ہر مسلمان فرقہ ہر مسلم تنظیم کافر ہے پھر آپ کیساتھ جو لوگ جڑے ہوئے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی تنظیم کے حامی ہیں۔ اس سیدھے سادے سوال کا جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے بنیادی سوالات کے جوابات میں آپ نے نئی نئی راہیں اختیار کی ہیں مرتا کیا نہ کرتا۔ جب الامداد اور حفظ الایمان کی کفری عبارات آپ کے نباہے نہ نبھ سکیں تو اب آپ تجانب اہل السنہ، کے دامن میں پناہ ڈھونڈھ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ آپ کو یہاں بھی پناہ نہ مل سکے گی۔ آپ لوگوں نے اللہ تبارک وتعالی اور پیارے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں کی ہیں اور بے ادبیاں کی ہیں اس کی سزا تو آپ دنیا میں ہی بھگت رہے ہیں اور انشاء اللہ تبارک وتعالی میدان محشر میں آپ جیسے راندۂ درگاہ لوگوں کا حشر انسانیت اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔ آپ نے تجانب اہل السنہ، سے جو ایک لسٹ شمار کی ہے سوال قائم کرنیکا یہ طریقہ نہیں ہے۔ اگر آپ کی نظر میں یہ فتاوی غلط ہیں تو اس کا تخطیہ اور تغلیط آپ کی ذمہ داری ہے۔ یہ لکھ کر آپ نے خود ایک آفت اپنے سر مول لی ہے اور اب ہمیں اس بات کا موقعہ دیدیا کہ آپ سے خود ان کی بابت سوال کیا جائے کہ ان کے بارے میں آپ کا دارالافتاء کیا بولتا ہے۔ جناب! یہ الزام آپ میرے سر لگا رہے ہیں۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالئے کہ آپ نے اللہ کی اس بچھائی ہوئی زمین پر کسے کافر کہا اور کسے مشرک بدعتی، قبر بجوا بنانے سے چھوڑا ہے؟۔ (۲۷ رجون ۱۹۷۱ء)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کتنی شستہ اور مہذب زبان ہے رضاخانی مولویوں کی، آخر میں دامن چھڑانے کیلئے کچھ اول فول تو بکنا ہی پڑے گا۔ کیا مقابلہ ہے ہمارے علماء حق کا رضاخانی مولویوں سے۔ ایک سنجیدہ اور علمی زبان میں گفتگو کرتا ہے اور دوسرا نامہذب، ناشائستہ اور مجادلہ کی زبان استعمال کرتا ہے۔ اسی سے حق وباطل واضح ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی دلیل نہ ہو تو یہ زبان بجائے خود شکست وفرار کی منہ بولتی دلیل ہے چنانچہ اوپر جو سوالات علماء دیوبند کی طرف سے آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان کے جوابات چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد بھی نہیں ملے۔ اس کی ایک تحریر میں شکایت بھی کی گئی اور ایک نیا سوال اسی پرچہ میں یہ شامل کیا گیا

دیکھئے آپ کے اعلیٰ حضرت نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کیسی بدترین توہین کی ہے جو ایک بازاری آدمی بھی نہیں کرسکتا۔

حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷ مطبوعہ نابھہ اسٹیم پریس میں یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لیکر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

یہ تحریر ۲۷ رجون ۷۱ء کو صبح ۴ بجکر ۳ منٹ پر بھیجی گئی اور اس کا جواب ۲۷ رجون ۹ بجکر ۷ منٹ پر ان الفاظ میں موصول ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب فیصلۂ شرعیہ قرآنیہ، میں مولانا (محبوب علی خاں) کا توبہ شائع ہوا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۳۷۔۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہوگئے تھے اس غلطی سے بار بار فقیر اپنی توبہ شائع کرچکا ہے۔ سنی بھائی خدا اور اس کے رسول کیلئے معاف فرمائیں فقیر نے اس ورق کو صحیح ترتیب سے چھپوادیا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲ پر ہے حدائق بخشش صفحہ ۳۷۔۳۸ پر حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کی مدحت میں جو قصیدہ چھپا ہے اسمیں سات اشعار ان گیارہ کافرہ ومشرکہ دلہنوں کے متعلق ہیں جن کا ذکر بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف نسائی شریف وغیرہ کتب حدیث کی صحیح مرفوع متصل حدیث میں ہے۔ یہ اشعار ناقل یا کاتب کی غلطی سے بے ترتیب چھپ گئے ہیں۔ اس بے ترتیبی کی وجہ سے وہ اشعار حضرت سیدہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شدید توہین نظر آنے لگے۔ مولانا کی توبہ درحقیقت اپنی غفلت پر ہے کہ مرتب وہ تھے صحیح ترتیب سے چھپوانا ان کا ذمہ تھا۔ اس میں تساہلی ہوئی اس پر توبہ فرمایا۔

اب بولئے؟ اس تفصیل کی روشنی میں کیا ارشاد ہے؟ (۲۷ رجون ۷۱ء)

لیکن رضاخانی مولویوں کا یہ جواب مولوی محبوب علی خاں کی ایک دوسری تحریر کے منافی ہے۔ اس میں یہ اشعار مشرکہ دلہنوں کے بارے میں ہیں، کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اس کا اقرار ہے کہ اشعار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہیں۔

حدائق بخشش حصہ سوم حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کیلئے قصیدہ مدحیہ (فرمودۂ اعلی حضرت بریلوی) میں چند شعر جن کا مضمون شرعاً (اخلاقاً وادباً وتعظیماً بھی) قابل اعتراض (یعنی دل آزار وتوہین آمیز) ہیں اور حضرت ام المومنین کیلئے مقام مدح کی سراسر منافی ہے فقیر کے تساہل وتغافل کی وجہ سے شائع ہوگیا بفضلہ تعالیٰ فقیر اپنے رب عزوجل کے حضور میں بوسیلہ شفیع المذنبین سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توبہ نصوح کرتا ہے۔ اوراس کا بھی اعلان کرتا ہے کہ اس قابل مواخذہ شرعیہ ترتیب شعری کو حضور سیدنا اعلی حضرت کی ذات گرامی کی طرف نسبت کرنے سے بھی فقیر اپنی انابت اور برأت کرتا ہے۔

یہ دوسری تحریر علامہ نور محمد ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ر جون ۱۷ء کو ۸ بجکر ۲۵ منٹ پر شب میں بھجوائی۔ لیکن اس صراحت اور ڈھٹائی سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین سے دامن کا داغ نہ دور ہوسکا تو برأت کی ایک نئی تدبیر نکالی کہ یہ اشعار خاں صاحب بریلوی کے ہیں ہی نہیں۔ لکھتے ہیں۔

غفلت سے ترتیب بدل گئی ہے۔ جب یہ اشعار حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہیں ہی نہیں تو یہ ان کی توہین کیسے ہوئی پھر یہ کہ اشعار اعلی حضرت قدس سرہ کے ہیں بھی یا نہیں؟ اس میں سخت اختلاف ہے۔ (۲۷ر جون ۱۷ء)

اللہ اکبر اسی کا نام ہے دجل وفریب۔ اگر یہ اشعار خاں صاحب بریلوی کے نہیں ہیں تو پھر حدائق بخشش میں ان کی اشاعت اور پھر توبہ نامہ کس بات کے ثبوت ہیں؟ اس میں تو کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں ہے کہ اشعار خاں صاحب بریلوی کے ہیں اور مولوی محبوب علی خاں ان اشعار کے بارے میں متضاد باتیں کہہ رہے ہیں۔ کبھی ترتیب میں غفلت کہہ کر مشرکہ عورتوں کو اشعار کا محل بتاتے ہیں اور کبھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں قصیدے کے اشعار بتا کر توبۂ نصوح کرتے ہیں۔ اس تضاد بیانی سے یہ واضح ہوگیا کہ اشعار خاں صاحب بریلوی کے ہیں اور ان سے اس بدترین توہین وگستاخی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اور عجوبہ کی بات یہ ہے کہ توبہ اصل گنہگار نہیں کررہا ہے بلکہ اس کے بجائے

تو یہ دوسرا شخص کرتا ہے۔ کیا اس طرح کی توبہ روا ہے؟ ان اشعار پر بہت سی تحریروں میں گفتگو جاری رہی ہے لیکن سب کا حاصل یہی ہے۔ جو مذکور ہوا۔ انہی تحریروں میں رضا خانیوں کی ایک تحریر قابل ذکر ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ۔

اعلیٰ حضرت نے اس قصیدہ میں لکھا ہے وہ حدیث ام زرع کا خلاصہ ہے۔ یہ حدیث صحیحین نیز دوسری کتب حدیث میں مذکور ہے جو خود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ جس میں ایک عورت کے بارے میں موجود ہے ملأ کساء ھا۔ اسی کا ترجمہ ہے تنگ وچست ان کا لباس اس حدیث کا ترجمہ کرنے کی بنا پر آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو مادۂ مشرکہ قرار دیا۔ یہی بات ام المومنین نے بیان فرمائی ہے ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ جرأت ہے تو انہیں بھی کہہ دیجئے کہ مادہ مشرکہ ہیں۔ آپ ہمیں جھوٹا الزام دیتے تھے ہم نے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی ہے بولئے؟ آپ کے قول سے یہ لازم آرہا ہے وہ مادہ مشرکہ ہوئیں اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ (۲۷ رجون ۱۹۷۱ء)

رضا خانی مناظر نے خاں صاحب بریلوی کا دھبہ دور کرنے کیلئے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب النکاح کے ایک باب گھر والوں سے اچھا سلوک کرنا، (حسن المعاشرہ مع الاہل) میں نقل کی ہے۔ اسی حدیث کی راویہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ گیارہ عورتیں ایک جگہ بیٹھیں۔ انہوں نے آپس میں یہ قول وقرار کیا کہ اپنے اپنے خاوندوں کا سچا سچا حال بیان کریں کوئی بات نہ چھپائیں، …… یہ حدیث کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ اس کے بعد ہر ایک نے اپنے شوہر کے حالات بتائے۔ گیارہویں عورت ام زرع ہے جس کا حوالہ رضا خانی مناظر نے دیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ام زرع کی پوری بات نقل کر دی جائے تا کہ رضا خانیوں کے دجل وفریب اور تلبیس کی قلعی کھل جائے۔ حالانکہ یہ بھی لمبی گفتگو ہے لیکن اس سے صرف نظر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ام زرع بنت کمیل بن ساعدہ کہتی ہے۔

میرا خاوند ابوزرع ہے ابوزرع کا کیا کہنا انہوں نے تو میرے کان زیوروں سے جھلا دیئے اور میرے دونوں بازو چربی سے پھلا دیئے اور خوب کھلا پلا

کر موٹا کر دیا (یعنی ہر طرح خوش کر دیا) میں بھی اپنے تئیں خوب موٹی سمجھنے لگی۔شادی سے پہلے چند بکریوں میں تنگی سے گزر کرتی تھی لیکن ابوزرع نے مجھ کو گھوڑوں، اونٹوں، کھیت کھلیانوں کا مالک بنادیا۔ میں ان سے جو بھی کہتی ہوں برا نہیں مانتے نہ مجھ کو برا کہتے ہیں۔سوتی پڑی رہوں تو صبح تک کوئی جگاتا نہیں۔ پیوں تو سیر ہو کر پیوں۔میری ساس کا بھی کیا کہنا اس کی گٹھریاں بھاری بھرکم گھر اچھا کشادہ۔ابوزرع کا بیٹا بھی کیا نازک بدن ،دبلا پتلا جیسے سونتی ہوئی تلوار اتنی ہی اسکی خواب گاہ۔کم خوراک اتنا کہ بکری کے بچے کا ایک دست پیٹ بھر دے۔ابوزرع کی بیٹی اس کا بھی کیا کہنا اپنے باپ اور ماں کی فرماں بردار کپڑا ابھرنے والی (موٹی تازی) اور اپنے سوکن کی جلن ،ابوزرع کی لونڈی کے کیا کہنے، کبھی ہماری کوئی بات پھیلاتی نہیں ،گھر کا راز بتاتی نہیں، گھر میں کوڑہ کچرا نہیں ہونے دیتی۔

ام زرع کہتی ہے کہ ایک دن صبح ابوزرع باہر نکلے اور لوگ مکھن نکالنے کیلئے دودھ متھ رہے تھے ان کی ملاقات ایک عورت سے ہوگئی جس کے دو بچے دو چیتوں کی طرح اس کے پہلو میں دو اناروں سے کھیل رہے تھے۔ابوزرع نے مجھ کو طلاق دے کر اسی عورت سے نکاح کرلیا۔اس کے بعد میں نے بھی ایک سردار مرد سے نکاح کرلیا جو گھوڑے کا اچھا سوار اور نیزہ باز ہے اس نے مجھ کو بہت سے جانور دیئے ہیں اور ہر قسم کے اسباب کا ایک ایک جوڑا دیا ہے اور کہتا ہے کھاؤ پیو اور اپنے خویش واقارب کو بھی کھلاؤ لیکن یہ سب کچھ اگر میں اکٹھا کر دوں تو ابوزرع نے جو کچھ دیا تھا تو اسکا ایک چھوٹا برتن بھی نہ بھرے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (قصہ سننے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ میں تمہارے لئے ایسا ہی خاوند ہوں جیسے ابوزرع، ام زرع کیلئے تھا۔

قارئین غور سے ملاحظہ فرمایئے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کس لفظ سے کسی کی تعریف کی ہے؟ آپ نے صرف ان عورتوں کی باتیں بیان فرمائی ہیں اور کسی کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا

وہ آپ کے سامنے ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ابوزرع نے توام زرع کو طلاق دیدی تھی؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں طلاق نہ دونگا۔ بات مشرک ومشرکہ کے مدح وذم کی نہیں بلکہ اوصاف کی ہے لیکن رضا خانی مناظر نے از خود تسلیم کرلیا کہ خاں صاحب فاضل بریلوی نے مشرکہ کی شان میں قصیدہ لکھ کر مدح کی ہے اور ثبوت میں حضرت ام المومنین کا نام نامی پیش کردیا...... حد ہے کوئی اس جسارت وگستاخی کی؟

اب ذرا ملأ کساءھا پر ناظرین توجہ مبذول فرمائیں ہم نے ترجمہ کیا ہے "کپڑا بھرنے والی" یہی اس کا صحیح ترجمہ ہے جس کا مطلب ہے موٹی تازی لیکن خاں صاحب بریلوی نے ان کے متبعین کے کہنے کے مطابق جو ترجمہ کیا ہے وہ دوبارہ پیش خدمت ہے جبکہ شواہد صاف بتا رہے ہیں کہ فاضل بریلوی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وہ اشعار کہے ہیں اور اس حدیث کا ان اشعار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر خاں صاحب کے متبعین کو اسی پر اصرار ہے کہ حدیث ام زرع کا ترجمہ وخلاصہ ہے تو خاں صاحب پر ایک فرد جرم عائد ہوئی۔ احادیث میں تحریف اور وضع کی جس کی سزا جہنم ہے۔ قرآن کریم کی آیت کریمہ میں تحریف آئندہ آئے گی۔ اب حدیث ام زرع کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ اشعار پڑھ لیجئے۔

تنگ وچست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لیکر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ وبر

خوف ہے کشتی ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن بھی بالہ کی صورت بڑھ کر

خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا
راہ نزدیک سے ہو جانب تشبیب سفر

تن اقدس میں لباس آیۂ تطہیر کا ہو
سورۂ نور ہو سر پر گہر آمان معجر

یا حمیرا کا تن پاک پہ گلگوں جوڑا
کلمنی کے در آویزۂ گوش اطہر

ہیں کہاں مانئیں سرکار کی عفت حرمت
کہد ومجرے کو بڑھیں پھولوں کا گہنا لیکر

چمن قدس کے بیلے کا جبیں پر چھپکا
نحن اقرب کی چنبیلی سے گلے کا زیور

باغ تطہیر کی کلیوں سے بنائیں کنگن
آیۂ نور کا ماتھے پہ منور جھومر

قصیدہ کے مذکورہ اشعار میں جو تلمیحات استعمال کئے گئے ہیں وہ اس بات کا اعلان واظہار ہیں کہ یہ اشعار مشرکہ کی شان میں نہیں لکھے گئے بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے ہی عمداً وقصداً لکھے ہیں ورنہ آیۂ تطہیر، سورہ نور، حمیرہ کلمینی گوش اطہر، چمن قدس، نحن اقرب، باغ تطہیر، آئیہ نور وغیرہ کی کہاں گنجائش نکل سکتی ہے۔ موشگافیوں اور تاویلات سے حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ مشہور مثل ہے اس سلسلہ میں مزید تحریریں طرفین کی موجود ہیں لیکن سب کا حاصل یہی ہے۔ جو مذکور ہوا۔ اس سے جب رضاخانی علماء کو چھٹکارا نہ ملا تو انہوں نے بزعم خود ایک بھرپور وار کیا جو ان کی کتابوں میں بھی ہے۔ امام ربانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ان الفاظ میں سوال کیا جو رضاخانی مناظر نے اس طرح بھیجا۔

وہابیوں کے مسلم الثبوت بزرگ جناب ملا رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا جس کی عبارت یہ ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کس بات میں مثل ہیں؟ کیا یہ بات ہے کہ جملہ بشریت میں حضور ہماری مثل ہیں یا صرف نبوت کا فرق ہے یا یہ کہ حضور کی بشریت ہماری بشریت سے کچھ افضل ہے اور اگر بالفرض افضل ہے تو کس قدر جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ یا اس سے کچھ کم وبیش اور جو شخص یہ کہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے اس قدر افضل ہے کہ جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ؟ تو یہ قول اس کا قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

اس استفتاء کا جواب ملاّ گنگوہی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ نفس بشریت میں مساوات ہے اگرچہ آپ کی بشریت ازکی واطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا اس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضلیت ایسی ہے۔ چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل بہ قدر ہے۔ اس کلمہ پر نافہموں نے غل مچادیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخر عالم کو افضل واکمل وہ خود لکھتے ہیں۔ (رشید احمد عفی عنہ فتاوی رشیدیہ کامل ص ۸۵)

ملا گنگوہی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول وارشاد قرار دیا ہے لہٰذا بعینہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول پیش کیجئے
(۲۷ر جون ۷۱ء)

میدان مناظرہ میں جو جواب علماء دیوبند نے دیا، ناظرین کرام پہلے اس کو بغور پڑھ لیں۔ پھر کچھ ہم بھی عرض کریں گے۔

(۱) ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ جواب میں فرمایا تم میرے اصحاب ہو میرے بھائی وہ ہیں جو بعد میں پیدا ہوں گے اور ایمان لائیں گے۔ یہ حدیث جمع الفوائد میں ہے۔

(۲) حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور اجازت چاہی تو ارشاد فرمایا اشرکنا فی دعائک یا اخی (میرے بھائی اپنی دعا میں ہمیں شریک کر لینا) یہ حدیث بخاری میں ہے۔ آپ کے پاس امید ہے دونوں کتابیں موجود ہوں گی ملاحظہ کر لیں یا ہمارے پاس بھیج دیں تو ہم آپ کو دکھلا دیں گے۔

محدثین کے یہاں روایت باللفظ بھی ہوتی ہے اور بالمعنیٰ بھی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے آپ کو سید کہنا چاہا۔ ارشاد فرمایا مجھ کو سید نہ کہو پوچھا پھر اور کیا کہیں فرمایا کہ بھائی کہو۔ (۲۷ر جون ۷۱ء)

اس مدلل جواب کے بعد ظاہر ہے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے باوجود رضا خانی فرقہ کے مولوی تحریر پر تحریر بھیجتے رہے اور رٹ لگاتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظمت ووقار سے آپ کی دشمنی نئی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے۔ آپ کا سارا لٹریچر اسی محور پر گردش کر رہا ہے۔ آپ نے جمع الفوائد اور بخاری شریف کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ وہ آپ کے حق میں مثبت مدعا نہیں ہے۔ اگر آپ بھول گئے ہوں تو ہمارا مطالبہ ہے پھر سن لیجئے کہ آپ وہ حوالہ پیش کیجئے جس میں رسول خدا روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو۔ (۲۷ر جون ۷۱ء)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رضا خانی مناظرین کی نظر آخری حدیث پر نہیں گئی اور پوری تحریر پڑھے بغیر جواب الجواب بھیجدیا جب کہ اس حدیث کا بھی حوالہ ہے جس میں بھائی کہو کا صراحۃً ذکر ہے لیکن جب کوئی بات محض عناد کی بنیاد پر اٹھائی جائے اور سمجھنے کے باوجود انکار کیا جائے تو اس کا کیا علاج؟ جاگے ہوئے کو بھلا کون جگا سکتا ہے۔ ورنہ یہ حدیث بھی فرقۂ رضا خانیہ سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن وہ تو میرے بھائی اور ساتھی ہیں اور اللہ تعالی نے تمہارے ساتھی کو خلیل بنالیا ہے۔ (مسلم) یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صاحب مشکوۃ المصابیح نے باب مناقب ابی بکر میں نقل فرمائی ہے۔ اب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی کے ثبوت میں اور کونسی دلیل پیش کی جائے جبکہ ہماری ساری اچھائیاں رضا خانیوں کی نظر میں بری ہیں۔ اس کی ایک مثال لفظ صاحب کے استعمال میں دیکھ لیجئے۔ الملفوظ حصہ چہارم ۴ پر مذکور ہے۔

عرض...... اللہ صاحب کہنا کیسا ہے۔

ارشاد! جائز ہے حدیث میں ہے۔ اللھم انت الصاحب فی القرو الخلیفة فی المال والاھل والولد اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تو قرآن عظیم میں صاحب فرمایا گیا۔ ماضل صاحبکم وما غوی. وماصاحبکم بمجنون.

لیکن صاحب کہنا اسمعیل دہلوی کا محاورہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ہمارے صاحب ہیں مگر نام پاک کیساتھ صاحب کہنا آریہ و پادریوں کا محاورہ ہے اس لئے نہ چاہئے۔ (پھر فرمایا) آریہ پادری، وہابیہ سب ایک سے ہیں۔

اس ضد کا کیا ٹھکانہ ہے کہ صحیح وجائز کا اعتراف واقرار کرنے کے باوجود چونکہ اسماعیل دہلوی کا محاورہ ہے اس لئے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ یہی حال بھائی کہنے کا بھی ہے کہ حدیث کا اقرار کرنے کے باوجود اس سے انحراف ہے۔ یہی صورت حال آپ دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ رضا خانی علماء ہمارے سوالات کے بوجھ تلے دبے پڑے ہیں۔ جواب دینے سے کتراتے ہیں۔ ابھی بہت سے سوالات کا انبار ان کی گردن پر سوار ہے کہ ایک نیا سوال مزید بار بنا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) مثر عمرو کا ایک موضوع مسئلہ علم غیب بھی ہے۔اس سلسلہ میں آپ کا عقیدہ ہے کہ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے، ملاحظہ ہو سلسلہ عقائد اسلام نا ہور۔ اسی طرح نبی اکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کا عقیدہ ہے کہ روز اول سے روز آخر تک کے ذرے ذرے کا علم حضور اقدس کو عطا ہوا ہے، تمام جہان حضور کے پیش نظر ہے، دلوں کے خطرات سے آگاہ ہیں۔(جمال الایمان صفحہ ۱۹۵)اسی طرح علم خمس کے بارے میں عقیدہ ہے کہ پانچوں غیبوں کا علم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو نہیں بلکہ آپ کو اور آپ کیساتھ غوث الاعظم اور ساتوں اقطاب کو بھی حاصل ہے۔(خالص الاعتقاد)

اب مسئلہ وار اس پر سوالات ملاحظہ فرما کر جواب دیں۔(۱) حضرت نوح علیہ السلام کو غیب کا علم تھا تو اپنے صاحبزادے کیلئے دعاء حفاظت کیوں کی جس کیلئے سختی سے روکے گئے اور انی اعظک ان تکون من الجاھلین کہا گیا اور آپ نے معافی طلب فرمائی (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم غیب تھا تو حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت لانے والے فرشتوں کو کیوں نہ پہچان سکے اور ان کیلئے بچھڑے کا کباب پیش کردیا۔(۳) حضرت لوط علیہ السلام کو علم غیب تھا تو عذاب لانے والے ملائکہ کو کیوں نہ پہچان سکے اور التجائیں کرنے لگے کہ میرے مہمانوں کی بے عزتی نہ کرو حتی کہ فرشتوں نے جب آپ کو آگاہ کیا تو آپ کو اطمینان ہوا۔(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم غیب تھا تو اول وہلہ میں عصاء کو اژدہا بنتے دیکھ کر کیوں بھاگے تھے۔(۵) حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا تو حضرت صدیقہ کے گمشدہ ہار کی تلاش میں پریشانی کیوں ہوئی؟ کفار نے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا تو آپ غمگین کیوں ہوئے اور نقشہ پیش کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حالت نماز میں نعلین مبارکین اتارنے کی تنبیہ کیوں کی گئی؟ افک صدیقہ کے موقعہ پر وحی الہی کے آنے سے پیشتر کیوں فرمایا کہ عائشہ اگر تو نے قصور کیا ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کر؟ کفار کے سوال پر کہ اگر آپ نبی ہیں تو گرانی سے

پہلے ارزانی اور تکالیف آنے سے پہلے اس کے مصالح کی خبر دیجئے (خازن صلوسه ۱) تو اس کے جواب میں لو کنت اعلم الغیب الایة کہہ کر یوں کہا گیا کہ مجھ کو علم غیب ہوتا تو ایسا کرتا کیا وہی علم غیب سے پیش آنے والے مصالح و مضار کی خبر بھی نہیں دی جا سکتی؟

علم خمس کے بارے میں بخاری شریف کتاب التفسیر ملاحظہ ہو کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ کوئی نہیں جانتا قیامت کب آئیگی؟ اسی طرح کل کیا کماؤ گے؟ بارش کب اور کتنی مقدار میں ہوگی؟ ماں کے شکم میں کیا ہے؟ ہم کہاں مریں گے؟ ان کا علم بھی اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

بخاری شریف میں اس کے بعد حضرت صدیقہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں اگر کوئی کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ پانچوں غیب جانتے تھے تو اس نے جھوٹ کہا اور بہت بڑا افترا کیا۔ اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

اس سے آگے بڑھ کر آپ کا یہ عقیدہ کہ ساتوں اقطاب اور غوث الاعظم سب ان پانچوں غیوب کا علم رکھتے تھے، قرآن کریم کی کس آیت سے ماخوذ ہے اور حدیث رسول کی کیا سند پیش کی جا سکتی ہے، صاف صاف لکھئے تا کہ قدر و عافیت معلوم ہو جائے حضرت صدیقہ کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ ان کو ساتوں غیوب کا علم تھا یا نہیں؟ (۲۷ر جون ۱۹۷۱ء)

یہ مدلل سوالات جن میں کل مغیبات کے علم کی نفی ہے اور دلائل کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ اللہ تعالی حسب ضرورت اپنی منشاء کے مطابق حضرات انبیاء علیہم السلام کو غیوب پر مطلع فرما دیتے تھے اور ہر ہر ذرہ کا علم جس کا مقام نبوت اور کار نبوت سے کوئی علاقہ نہیں ہے صرف اللہ تعالی کو حاصل ہے کہ خدائی کیلئے ہر چیز اور ہر ذرہ کا علم ضروری ہے۔ ان مدلل سوالات سے رضا خانی خیموں میں کیسی ہلچل مچی، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

مبحث علم غیب پر جو انوکھی نرالی تحریر بڑے طمطراق سے آپ نے دی ہے اس کی بھرپور خدمت کرتے ہیں۔ اولاً تو یہ کہ یہ آپ کی نئی نہیں ہے بلکہ پرانی پرانوں کی کتابوں سے لیکر دی ہے۔ جن عبارتوں کے ہمارے علماء حق نے بار ہا مسکت اور دندان شکن جوابات زبانی اور تحریری ذکر کر دیئے اور آپ

کے اکابر اپنے سروں پر اس بوجھ کو لیکر قبروں میں پہنچ گئے۔ انہیں کو آپ
نے دہرایا ہے۔ آپ کے طائفہ کی عادت جاریہ ہے کہ مرد سے گھبرا کر
مردود کو ہی بار بار پکڑ لیتے ہیں۔ سنئے

اس ہرزہ سرائی اور بدزبانی کے بعد اصل جواب شروع ہوتا ہے۔ یہ فرقہ اپنی بد کلامی، دشنام طرازی اور گھبرا کر اول فول بکنے کا عادی ہے۔ اس کی تھوڑی بہت سزا اس عالم ناسوت میں بھی مل چکی ہے۔ جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ۱۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش سے لیکر جنتیوں کے دخول جنت تک اور جہنمیوں کے دخول جہنم تک کا علم باعطائے الٰہی ہے۔ اگر ہمت ہے تو اپنے ذمہ دار مفتیوں سے حکم لکھوائیے کہ اس کا کیا حکم ہے؟ یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک و کافر ہے یا گمراہ بددین۔

بینوا۔

۲۔ علوم خمس پر آپ نے بڑے خاص انداز سے اعتراض کیا ہے۔ عزیز من پہلے حکم بیان کیجئے کہ جو شخص باعطائے الٰہی علوم خمس کا اثبات کسی نبی ولی کیلئے کرے وہ کافر ہے یا مشرک؟ یا گمراہ بددین؟ بینوا۔

۳۔ تذکرۃ الرشید حصہ دوم!

در جہاں جواسیس القلوب　　بندگان خاص علام الغیوب
در درون دل در آید چوں خیال　　پیش او مکشوف باشد سر حال

ان اشعار میں صاف بتایا کہ رب کے خاص بندوں کیلئے سر حال مکشوف ہوتا ہے اور وہ دل کے خطرات پر واقف ہوتے ہیں۔ اب بتائیے کہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی وغیرہ اکابر وہابیہ دیوبندیہ بندگان خاص کیلئے علم غیب مان کر کافر و مرتد ہوئے یا نہیں؟ بینوا۔

۴۔ ارواح ثلثہ صفحہ ۴۸۔۴۹ میں شاہ عبد القادر صاحب کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر عید کا چاند تیس کا ہونے والا ہوتا تو شاہ عبد القادر صاحب اول تراویح میں ایک سیپارہ پڑھتے اور اگر انتیس ۲۹ کا ہونے والا ہوتا تو اول روز دو سیپارے پڑھتے چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا

اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحب اول روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھ آؤ میاں عبدالقادر نے آج کے کسیپارے پڑھے ہیں اگر آدمی یہ آ کر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحب فرماتے کہ عید کا چاند انتیس ۲۹ کا ہی ہوگا۔ یہ بات دوسری ہے کہ ابر وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے اور حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں۔ اس میں مولوی محمود حسن یہ اضافہ فرماتے ہیں کہ یہ بات دلی میں اس قدر مشہور ہوگئی تھی کہ اہل بازار اور اہل پیشہ کے کاروبار اسی پر مبنی ہوگئے تھے مثلاً اگر شاہ عبدالقادر صاحب پہلے روز دو سیپارے سناتے تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ اب کے عید کا چاند انتیس ۲۹ کا ہوگا اور درزی دھوبی وغیرہ انتیس ۲۹ رمضان تک کپڑوں کی تیاری کیلئے کوشش کرتے تھے اور انتیس ۲۹۔ کو حتی الامکان کام پورا کر دیتے تھے اور اگر اول روز ایک سیپارہ سناتے تو سمجھ لیتے کہ چاند تیس ۳۰۔ کا ہوگا اور تیس ۳۰۔ تاریخ تک تیاری کا اہتمام کرتے۔

اب جناب بیان فرمائیں کہ شاہ عبدالقادر کیلئے آپ کے اکابر علم غیب مان کر مشرک گمراہ بددین ہوئے کہ نہیں؟ اور آپ ان کو اپنا پیشواء مان کر مشرک و کافر ہوئے کہ نہیں؟ بینوا۔

۵۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں کتاب عقائد تالیف حضرت شیخ ابوعبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں **نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیه فیعلم الغیب** ۔ ترجمہ ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر صفت روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔ یہی ملا علی قاری مرقاۃ میں اس کتاب سے ناقل ہیں **یطلع العبد علی حقائق الاشیاء یتجلی له الغیب وغیب الغیب**۔ (ترجمہ) نور ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے۔ اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہو جاتا ہے۔ اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کا نام لے کر اپنے دلی بخارات نکالنے کی کوشش نہ کیجئے اور ملا علی قاری وغیرہ پر حکم بیان کیجئے۔

۶۔ اب ذرا آنکھیں کھول کر ہمت کر کے دیکھئے۔ ہم ذکر کرتے ہیں شرح

ہمزیہ میں ہے اللہ تعالی اختص بہ لکن من حیث الا حاطة فلا ینافی اطلاع اللہ تعالی لبعض خواصہ علی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یعلمھن الا اللہ ۔ترجمہ غیب اللہ تعالی کے لئے خاص ہے مگر بمعنی احاطہ تو اس کو منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا تھا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس قول کا جواب دو، قائل پر حکم صادر کرو اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ کی آڑ لینے سے کام نہیں چلے گا۔

۷۔ اب اور سنئے ہوش وحواس درست کر کے سنئے کسی سے عقل لیکر سمجھئے! سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ ترقیات کامل کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اطلعہ علیٰ غیبہ حتی لاتنبت شجرة ولا تخضر ورقة الا فی نظرہ (ترجمہ) اللہ اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اگتا اور کوئی پتہ ہرا نہیں ہوتا مگر اس کی نظر کے سامنے۔

جناب سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کیلئے حکم صادر فرمائیں کہ ایسا عقیدہ رکھ کر اور بیان کر کے مشرک وکافر ہوئے یا نہیں؟ ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں۔

۸۔ عارف باللہ حضرت سیدی رسلان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ العارف من جعل اللہ تعالی فی قلبہ لوحا منقوشا باسرار الموجودات وبامدادہ بانوار حق الیقین یدرک حقائق تلک السطور علی اختلاف اطوارھا ویدرک اسرار الافعال فلا تتحرک حرکة ظاھرة ولا باطنة فی الملک والملکوت الا ویکشف اللہ تعالیٰ لہ من بصیرة ایمانہ وعین عیانہ ویشھدھا علما وکشفاً (ترجمہ) عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالی نے ایک لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار وموجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے نوروں سے اسے مدد دیجاتی ہے۔ جانتا ہے ان چیزوں کی حقیقتوں کو باآنکہ ان کے طور کس قدر مختلف ہیں اور افعال کے راز جانتا ہے۔ تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک یا ملکوت میں واقع نہیں ہوتی مگر یہ کہ اللہ تعالی اس

کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معاینہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے اور اپنے علم وکشف سے جانتا ہے اب بتایئے نبی ورسول علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام تو بہت بلند ہے۔ سیدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عرفاء کیلئے ملک وملکوت کی ہر چیز کا علم ثابت بتاتے ہیں۔ اب فرمایئے کہ علامہ موصوف علیہ الرحمۃ والرضوان آپ کے مذہب وعقیدہ کی رو سے مشرک وکافر ہوئے کہ نہیں؟ بینوا۔

۹۔ اب ذرا سنبھل کر بیٹھئے اور سنیئے آپ کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے "زمیں درنظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست" حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اما می گویم چوں روئے ناخونیست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست" اب ذرا سینے پر ہاتھ رکھ فرمایئے۔ اور ہمت وجرأت سے جواب دیجئے کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان اور حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہما صوفیائے عرفاء کیلئے ساری زمین کا علم مثل ناخن اور دسترخوان کے مان کر مشرک وکافر ہوئے کہ نہیں پھر آپ سارے کے سارے چھوٹے اور بڑے، کھرے اور کھوٹے اور کالے اور گورے، بوڑھے اور جوان مرد اور عورت، گنگوہی اور کوہی ان کو اپنا پیران عظام مان کر مشرک وکافر ہوئے کہ نہیں؟ اور آپ سب کے سب بدعتی رضاخانی بنے کہ نہیں؟ آسمان کا تھوکا ہوا سر پر آیا کہ نہیں؟ بینوا۔

۱۰۔ ابریز عزیز میں ہے کہ۔ قال الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان علماء الظاهر من المحدثین وغیرهم اختلفوا فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هل کان یعلم الخمس فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اهل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ هذه الخمس یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین مسئلہ خمس میں باہم اختلاف کرتے ہیں۔ محدثین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم

تھا۔ دوسرا انکار کرتا ہے اس میں حقیقت کیا ہے؟ فرمایا کیسے مخفی رہیگا امر خمس حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر در آں حالیکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیاء کرام اہل تصرف ہیں عالم میں تصرف فرماتے ہیں وہ جبتک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔ صاحب ابریز اوران کے شیخ اور ان کے متبعین پر مرد میدان بن کر فتوی دیجئے کہ کافر ومشرک ہوئے کہ نہیں؟ یا آپ کا فتویٰ صرف اعلیٰ حضرت تک ہے؟

سوال نمبر ۱۱۔ گھر سے آیا ہے معتبر نائی، اس نے یہ کیسی سنائی کہ سارے طائفہ وہابیہ دیوبند یہ پر کیسی عجیب وغریب مصیبت آئی، دیکھئے امداد یہ صفحہ ۱۱۵ میں ہے۔ فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے...... اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ کے معاملات کی خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے دعوی کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کیواسطے توجہ ضروری ہے۔

اب فرمایئے آپکی نئی تحریر اور پرانی کوئی باقی نہ رہی سب کا جواب مسکت ہو گیا کہ نہیں؟ ساتھ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ آپ کے عقیدہ سے آپ سب کے پیر حاجی امداد اللہ انبیاء اولیاء علی نبینا علیہم الصلوۃ والسلام کیلئے علم غیب مان کر کافر ومشرک ہوئے یا نہیں؟ اور اگر وہ کافر ومشرک ہوئے تو آپ سب کے سب ان کو اپنا پیر ومقتدا مان کر آپ سب کافر ومشرک ومرتد ہوئے کہ نہیں؟ الفضل بماشهدت به الاعداء۔ یہ ہم اہل حق کی ڈگری ہے آپکے گھر سے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اہل حق کے قاہر حملوں کی تاب نہ لا کر اپنی بدحواسی اور ناگفتنی حالت کا نظارہ اپنی تحریر سے کیجئے کہ آپ علوم خمس کی بحث کرتے ہوئے پانچ سے سات لکھ بیٹھے اگر خمس کے معنی سات سمجھا ہے تو کسی قریب کے سنی مدرسہ کے طالب علم سے پوچھ لیجئے یا احولانہ کیفیت تو طاری نہیں ہوگئی ہے کہ پانچ کو سات دیکھنے لگے۔

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

تبرکاً اس وقت گیارہویں کے عدد کے مطابق میں اپنے گیارہ سوالات
ارسال کر رہا ہوں۔ باقی آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ۔

(۲۸ر جون ۱۷۱ء ۴ بجکر ۲۰ منٹ صبح)

علم غیب اور پانچ چیزوں کا علم جن کا حدیث پاک میں اللہ تعالی کیلئے مخصوص بتایا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر مغیبات کے سلسلہ میں رضا خانی علماء کی تحریر آپ بغور ملاحظہ فرمالیں اور ہماری تحریر کو دوبارہ پڑھ لیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام غیوب کا علم ذاتی صرف اللہ تعالی کیلئے مخصوص ہے اور وہی عالم الغیب ہے۔ کسی دوسرے کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اگر کوئی شخص مطلقاً کسی نبی یا ولی یا کسی بھی شخص کو عالم الغیب کہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخصوص صفت سے اس کو بھی متصف کرتا ہے اور یہ شرک ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس قدر چاہتے ہیں مغیبات پر مطلع فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ ہماری تحریر میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے چند واقعات پیش کر کے واضح کیا گیا ہے کہ اگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو کل غیب کا علم حاصل ہوتا تو یہ واقعات کیوں پیش آتے۔ چونکہ رضا خانی علماء ان سولات سے عاجز اور دم بخود ہیں۔ اس لئے کتاب وسنت اور فقہ اسلامی سے جواب دینے کے بجائے انہوں نے حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کے اقوال کو ثبوت کے طور پر پیش کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔ عقائد کا ثبوت نصوص قطعیہ سے ہوتا ہے نہ کی کسی کے قول اور مکاشفہ سے۔ عقائد و مسائل میں حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کی عبارتیں پیش کرنا ہی اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ کتاب وسنت اور عقائد کی کتابوں میں ان کو اپنا وضع کردہ عقیدہ نہیں مل سکا اور ملنے کا سوال ہی نہیں اسی لئے ان کے گیارہ سوالات کا مفصل جواب دینے کے بجائے صرف اصولی گفتگو کی گئی۔ پہلے بالترتیب ملاحظہ فرمالیں اس کے بعد کچھ ہم عرض کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عقیدہ کا ثبوت قطعیات سے ہوتا ہے بغیر دلیل قطعی کے دعوی کیسے ثابت ہوگا۔

(۲) علوم خمس کا حوالہ بخاری شریف سے دیا جاچکا ہے۔ پھر مدعی آپ ہیں دلیل آپ کے ذمہ ہے۔ ہم سے مطالبہ کا کیا حق ہے۔

(۳) کیا اس میں موجبہ کلیہ کا سور ہے۔

(۴) اس سارے واقعہ میں کہاں علم کل کو بتایا گیا ہے۔ علم غیب جزئی کا انکار کسے ہے یعنی جو چیز ایک سے مخفی ہو دوسرے کو اس کا علم ہو جائے اسکا تو صاف صاف حفظ الایمان میں اقرار واعتراف ہے۔

(۵) حفظ الایمان اور اس کی شرح بسط البنان میں اس کی تائید مذکور ہے مگر بحث تو کلی کی ہے نہ کہ جزئی کی۔

(۶) کاش آپ اپنی نقل کردہ عبارت کسی سے سمجھ لیتے۔ اس میں تصریح ہے علی کثیر من المغیبات (بہت سی غیب کی چیزیں) اس نے خود آپ کے دعوی کی جڑ کاٹ دی۔

(۷) اس میں بھی موجبہ کلیہ نہیں ہے۔ پیڑ اور پتے سے کلیہ کہاں ثابت ہوا؟

(۸) آپ نے ناحق تکلیف فرمائی۔ اس عبارت کے نقل کرنے کی۔ اپنے اعلیٰ حضرت کے واسطے کیوں نہ کہہ دیا کہ ان کو بھی علم غیب تھا۔ یہ بات مشترک ہے کہ دلیل قطعی کا مطالبہ ہے سو اب تک آپ نے پیش نہیں کی۔

(۹) آپنے کرۂ ارض سے علم غیب کلی کیسے ثابت کر دیا، کیا معلومات الہیہ غیر متناہیہ کرۂ زمین میں منحصر ہیں؟

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہان است　　زمین و آسمان و لے ہما نست

ایک کیڑا زمین کے نیچے دبا پڑا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میرے اوپر یعنی پتھر آسمان ہے اور نیچے زمین ہے اور کل کائنات یہی ہے۔ ایسا ہی حال آپ لوگوں کا ہے۔

(۱۰) ابریز کی ایک عبارت نقل کر کے جس میں محدثین کا اختلاف مذکور ہے آپ اس سے ایک طبقہ کی تکفیر کی دعوت دے رہے ہیں تو گزارش ہے ہم لوگ کیا تکفیر کرتے یہ حوصلہ تو بڑے خاں صاحب ہی کو ہے۔ جس کو دیکھا کافر کہہ دیا۔ تا آنکہ حکیم نعیم الدین صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص خان صاحب کا ہم مذہب نہ ہو وہ کافر ہے۔ پس ہم ان محدثین کو کیا کافر کہتے اور کیا ہماری ہمت ہوتی ہم تو خاں صاحب کو کافر کہتے ہوئے ڈرتے ہیں وہ خود ہی اپنے قول سے کفر سر پر منڈھ لیں تو اور بات ہے اچھا یہ تو بتایئے؟ محدثین کی دوسری جماعت جو اختلاف کر رہی ہے اس کے

متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ یہی ہوگا نا کہ وہ وہابی ہیں یا دیوبندی ہیں؟ علاوہ ازیں اس مقولہ سے عقیدہ قطعیہ ثابت کیسے ہوگا اور اس میں موجبہ کلیہ بھی نہیں ہے۔

(۱۱) شیخ جی شیخی سے از بس دل میں رکھتے تھے گھمنڈ
یار کے کوچے میں ان کی بھی حجامت ہوگئی

آپ نے لکھا ہے کہ آیا ہے گھر سے معتبر نائی......شاید بھمن گاؤں کے مناظرہ کی خبر پہونچ گئی، کارڈ اور تار کی تو گنجائش نہیں، موسم بھی برسات کا ہے اس واسطے نائی آیا ہے۔ خیر جو مناسب سمجھیں اس کو تشفی بخش جواب دیں حجامت کا اقرار کریں یا انکار؟

اس میں کونسی نص قطعی ہے اور کون سا موجبہ کلیہ ہے اور جزئی سے کیسے انکار ہے؟ مہربان معاف کرنا اس اپنے پرچے میں گیارہ نمبر آپ نے تحریر کئے یہ سب کے سب آپ کے دعوی کے خلاف ہیں مگر آپ کو پتہ نہیں چلتا کہ آپ کے موافق ہے یا مخالف؟

سچ ہے **الفضل ما شهدت به الاعداء**،......آپ نے لکھا ہے کہ ہم اہل حق کی ڈگری ہے، آپ کا اہل حق ہونا شاید حقہ سے مشتق ہوگا۔ جس پر خانصاحب کی چلم رکھی ہوئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ شیطان بھی ایک ایک دم لئے جاتا ہوگا کیونکہ وہ خانصاحب کے حقہ میں شریک تھا بلکہ قصداً اس کو شریک کرتے تھے تا کہ اس کو دھوئیں سے اذیت پہونچے۔ اگر چہ خانصاحب کو دھوئیں سے بھی اذیت نہ پہنچے تو اس سلسلہ میں شیطان اوپر ہے اور خانصاحب نیچے۔

انتہا ہوگئی پستی کی۔ یہ سب نحوست ہے مقبولان بارگاہ الٰہی کو گالیاں دینے کی۔

وارفتۂ بدعت کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے
اس قصر تقدس پر چھجا نظر آتا ہے

گیارہویں شریف سے آپ کو خاص نسبت ہے۔ وضاعین مذہب کا یہی شیوہ ہے۔ بہر حال ہر سوال کا جواب حاضر ہے۔ (۲۸ رجون ۱۹۷۱ء)

اس کے بعد بھی فریقین کے مابین پرچوں کی آمد ورفت جاری رہی جن کا من وعن نقل کرنا بیجا طوالت ہے۔ اسلئے ہم اختصار کے ساتھ رضا خانی تحریروں کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند باتیں عرض کرتے ہیں۔

رضا خانیوں کا یہ عقیدہ کہ ابتداء آفرینش سے لیکر جنتیوں کے کا علم باعطائے الٰہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی صراحتوں کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ رضا خانی مولویوں نے ہر ایک دعوی بلا ثبوت پیش کردیا اور اس کا اشارہ تک نہیں دیا کہ ان کا یہ عقیدہ کہاں سے ماخوذ ہے جبکہ یہ مسلم اصول ہے کہ عقیدہ کا دارومدار نصوص قطعیہ پر ہے اور حال یہ ہے کہ نصوص قطعیہ اس عقیدہ کی نفی کرتے ہیں کہ کل غیوب کا علم کسی کو حاصل ہے جمیع غیوب کا جاننے والا صرف ایک ہے۔ اللہ تعالی کے سواء کسی کو کل مغیبات کا علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱) وما یعلم جنوذ ربک الاھو — تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۲) فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین — ان جنتیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے جو پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کو کوئی شخص نہیں جانتا۔

(۳) یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذااجبتم قالو الاعلم لنا انک انت علام الغیوب. — جس دن اللہ سب رسولوں کو جمع کریگا۔ پس فرمائے گا ان سے تم کو کیا جواب ملا وہ عرض کریں گے ہم کو علم نہیں۔ بیشک آپ ہی غیبوں کے جاننے والے ہیں۔

یہ آیات کریمہ بالکل واشگاف الفاظ میں اعلان کررہی ہیں کہ جمیع غیوب صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں وہی عالم الغیب اور علام الغیوب ہے۔ انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام کو صرف اسی قدر مغیبات پر مطلع فرماتے ہیں جس قدر وہ چاہتے ہیں چنانچہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کہلوایا گیا کہ۔

قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ماشاء الله و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء .اِن انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون. (الاعراف)

تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں ہوں اپنی جان کے بھلے اور برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی۔ میں تو بس ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ۔ایماندار لوگوں کو۔

اس آیت کریمہ سے بالکل واضح ہوگیا کہ کسی فرد کو خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اسکو اللہ تعالیٰ نے مختار کل اور اختیار مستقل عطا نہیں فرمایا ہے نہ ہی کسی کے اندر علم محیط ہے۔ حالانکہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم علوم اولین وآخرین کے حامل اور خزائن ارضی کی کنجیوں کے امین بنائے گئے تھے۔ ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا کہ میں دوسروں کو کیا خود اپنی جان کو بھی نفع نہیں پہنچا سکتا نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہوں۔ چنانچہ واقعۂ افک غزوۂ احد میں دندان مبارک کی شہادت، چہرۂ مبارک کا زخمی ہونا، یہودی عورت کے گھر زہر آلود کھانا تناول کرنا جس کے زہریلے اثرات مدت العمر تک محسوس ہوئے، بعض صحابہ تو اس زہر کے اثر سے لقمۂ اجل ہو گئے، حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا اگر میں پہلے سے اس چیز کو جانتا جو بعد میں پیش آئی تو ہدی کا جانور اپنے ساتھ ہرگز نہ لاتا، اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ علم محیط اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اور علم محیط نبوت کے لوازم میں نہیں ہے اور نہ ہی منصب نبوت کو اس کی ضرورت ہے۔ البتہ علوم شرعیہ بہ تمام وکمال ہر نبی کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ اس نوع میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولین وآخرین سے فائق ہیں، آپ کو علوم ومعارف کے جو خزانے اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمائے ان کا شمار واحصاء بھی کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین نے آیت مذکورہ کے تحت یہی مضمون لکھا ہے اور آیت کریمہ اسی کا اعلان کر رہی ہے۔

اس سے پہلے کی آیت کریمہ میں جو بیان الٰہی ہے وہ خود اس کی تائید وتاکید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مغیبات کو اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما علمھا عند ربی ۔لا یجلیھا لوقتھا الا ھو ثقلت فی السموات والارض لا تاتیکم الا بغتۃ ۔یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ ولکن اکثر الناس لایعلمون (الاعراف)

تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا اس کو اس کے وقت پر۔ وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں جب تم پر آئیگی تو بے خبر آئیگی۔ تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔ تو کہہ دے اس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے اور اس کا علم کسی کو عطاء نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیت کریمہ میں پانچ چیزوں کو اپنے لئے مخصوص فرمایا ہے اور حدیث پاک میں اسکو مفاتیح الغیب کہا گیا ہے۔

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وماتدری نفس ماذا تکسب غدا وماتدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر ۔(لقمٰن)

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں۔ اور کسی جی کو کچھ نہیں معلوم کہ کل کو کیا کریگا اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں مریگا بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

یہ ہیں وہ مفاتیح الغیب جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی ہے۔ قیامت کب اور کس وقت آئیگی؟ کسی کو نہیں معلوم۔ چنانچہ حدیث جبرئیل میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کے جواب میں یہی فرمایا کہ ماالمسئول عنھا باعلم من السائل (اس کو سائل سے زیادہ مسئول نہیں جانتا) اگر کان ومایکون میں یہ بھی شامل ہے تو ظاہر ہے کہ قیامت کے وقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم سے خارج بتایا ہے اور آیات کریمہ تو صاف صاف اعلان کر رہی ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کل مغیبات کا علم کس بنیاد پر تسلیم کرلیا جائے اسی طرح بارش کب ہوگی اور کتنی مقدار میں اور کہاں ہوگی؟ اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتے ہیں سائنس دانوں نے اس کو معلوم کرنے طریقے

ایجاد کئے ہیں لیکن یہ سب کچھ ظن وتخمین پر مبنی ہیں۔ کبھی پیشگوئی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط اللہ تعالیٰ کو اس کا علم قطعی ہے اور کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم غیب عطا نہیں فرمایا۔ بطور معجزہ کبھی اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہو تو اس کلیہ پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

ماں کے پیٹ میں جو جنین ہے وہ کیا ہے؟ اس کی شکل وصورت کیا ہوگی، وہ صحیح وسالم پیدا ہوگا یا ناقص پیدا ہوگا؟ پیدا ہوتے ہی مر جائیگا یا اس کو زندگی ملے گی، پھر مستقبل میں وہ کیا ہوگا، اس کے عادات واطوار کیا ہوں گے؟ غرضیکہ ساری باتیں صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں سائنس دانوں نے "نلکی زادے" پیدا کئے ہیں اور جنین کا پتہ بھی لگا لیتے ہیں لیکن باقی باتوں کا انھیں علم نہیں ہے۔ اس لئے کہ سائنس کی تحقیق کا دائرہ موجود اشیاء ہیں اور جس چیز کا ابھی وجود نہیں ہوا ہے سائنس اس کے بارے میں خاموش رہتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے علم خاص کو سائنس چیلنج نہیں کرسکتی۔ اور مذکورہ سوالات کا حل سائنس کے پاس نہیں ہے۔

چوتھا علم ہے کہ آئندہ لمحات میں کیا ہوگا؟ جو کچھ اس نے کرنے کیلئے سوچا ہے وہ کرسکے گا یا کسی بیماری، حادثہ اور موت کا شکار ہوجائے گا یا اس کی مصروفیت دوسری ہوجائے گی، کسی کو کچھ نہیں معلوم سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے۔ پانچویں بات موت کا علم ہے کہ آدمی کب اور کہاں اور کس طرح مریگا نہ کسی کو اپنے بارے میں معلوم ہے اور نہ دوسرے کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جانتے ہیں۔ کسی بڑے چھوٹے کو اللہ تعالیٰ نے مفاتیح الغیب عطا نہیں فرمائے اس لئے کسی پر عالم الغیب کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ اپنی حکمت ومصلحت اور مشیت سے کسی کو کسی وقت کسی غیب پر مطلع فرمادیں تو اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ تمام غیوب اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمادیئے۔ حضرات صوفیہ اور اولیاء کرام کا کشف والہام کسی کیلئے حجت شرعی نہیں بن سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف حجت شرعی نہیں تھا اور عید کا دارومدار رویت ہلال پر تھا چنانچہ اس کی وضاحت حضرت شاہ صاحب کے واقعہ میں موجود ہے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہیکہ کلی غیب کسی کو عطا ہوا نہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ الایمان اور بسط البنان

میں اسی جزئی علم غیب کی وضاحت کی ہے۔ یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ جو عبارت رضا خانی مناظر نے نقل کی ہے۔ غالباً اس فرقہ نے اس پر غور نہیں کیا ورنہ اس میں تو صراحت موجود ہے کہ چند خاص بندوں کو بہت سے مغیبات کی اطلاع دیدی تھی۔

رہے غیوب خمسہ اس کے بارے میں بھی ہے کہ ''پانچ میں سے بھی'' لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد دوبارہ پڑھ لیجئے۔ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی کل مغیبات کیلئے چنداں مفید نہیں ہے۔ اس میں نہ اس کی صراحت ہے کہ ہمہ وقت ایسا ہوتا ہے اور نہ کل کی طرف اشارہ ہے بلکہ بالکل صاف لفظوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے۔

سیدی رسلان کا قول قابل حجت نہیں ہے۔ اور شیخ نے کوئی دلیل قطعی پیش نہیں کی اور یہ بات بار بار پیش کی جا چکی ہے۔ کہ کسی کا قول اسی وقت معتبر ہوگا جب نصوص سے اس کی تائید ملے گی۔ آپ نے محسوس کیا کہ رضا خانیوں کا جواب کتاب وسنت، فقہ اسلامی اور عقائد کی کتابوں کے بجائے صوفیہ کے اقوال پر منحصر ہے جن کا عقائد و مسائل میں اعتبار نہیں ہے۔ اگر کوئی صوفی اور ولی زمین کو ناخن اور دستر خوان کے مثل سمجھتا ہے تو یہ ان کی دنیا سے بے رغبتی کی دلیل ہے نہ کہ کل علم غیب کا ثبوت ہے۔ بلا وجہ پانی مررہا ہے کہ صوفیہ کے کشف والہام کو بطور حجت پیش کرتے ہیں اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ کر عوام کو فریب میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں گویا صحابیٔ رسول کا ارشاد ہے نمبر دس میں بھی رضا خانی مناظر نے ایک صوفی کا قول پیش کیا ہے کہ علوم خمس کے بارے میں حضرات محدثین میں اختلاف ہے۔ ضرورت تھی کہ فریقین کے اقوال اور ان کے اسماء گرامی کی وضاحت کرتے لیکن اس سے دامن بچانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ رضا خانی اختلاف دریافت نہیں کر سکے اور اگر واقعۃً اختلاف ہے تو اس سے عقیدہ قطعیہ کہاں ثابت ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں اس فرقہ کی بدزبانی مشہور ہے ہم اس کو دوہرانا نہیں چاہتے البتہ آخر میں بخاری شریف جلد ثانی میں مذکور ایک حدیث کا حوالہ ضرور دیں گے اور اس حدیث کے تحت علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جو وضاحت کی ہے وہ بھی نقل کریں گے۔

پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عن خالد بن ذکوان قال قالت الربیع بنت معوذ بن عفراء جاء النبی صلی الله علیه وسلم فدخل حین بنی علیّ فجلس علی فراشی کمجالسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائی یوم بدر اذ قالت احداھن وفینا نبی یعلم مافی غد فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین. (باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة)

خالد بن ذکوان بیان کرتے ہیں کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء کہتی تھی کہ میری شب زفاف کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے بچھونے پر بیٹھ گئے۔ خالد جس طرح تم بیٹھے ہو اور ہماری چند چھوکریاں دف بجارہی تھیں اور ہمارے ان بزرگوں کا ذکر کررہی تھیں جو بدر میں مارے گئے تھے۔ اتنے میں ایک چھوکری نے گایا کہ ہمارے پاس ایک پیغمبر ہیں جو کل کی ہونے والی بات جانتے ہیں۔ (یہ سنکر) آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

اسی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فیه کراھة نسبة علم الغیب لاحد من المخلوقین.

اس میں کسی مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت ہی باعث کراہت ہے۔

اسی حدیث کے تحت یہ بھی فرمایا کہ

انما انکر علیھا ذکر من الاطراء حیث اطلق علم الغیب وھی صفة مختص بالله تعالیٰ

آپ نے اس پر نکیر اس لئے فرمائی کہ اس میں حد سے بڑھانا تھا اور علم غیب کا اطلاق کرنا تھا جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے

معلوم ہوا کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے اس لئے علم غیب کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی لئے لڑکیوں کو منع فرمایا اب ایک وضاحت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولیاء کرام کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ اولیاء را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات منکشف وبہ الہام آنہا را علم و ہند وعلم غیب مر اولیاء را گفتن کفر است۔

اولیاء کو علم غیب حاصل نہیں ہے مغیبات میں سے کسی کسی کا علم بطور خرق عادت ان پر منکشف ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بذریعہ الہام ان کو عطا فرمادیتے ہیں اور اولیاء کیلئے علم غیب کا اطلاق کفر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن (الآیۃ) لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ (الآیۃ) ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت (الآیۃ) عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو (الآیۃ)	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل لا اقول لکم دوسرا ارشاد ہے لا یعلم من فی السموات الا اللہ (الآیۃ) تیسرا ارشاد ہے ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت (الآیۃ) چوتھا ارشاد عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو (الآیۃ)

البتہ مظہر علی الغیب یا مطلع علی الغیب انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے اور اس کا اطلاق بھی جائز ہے

(۱) لا یظھر علیٰ غیبہ احد الامن ارتضی من رسول ۔

(۲) ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۔

معلوم ہوا کہ غیر اللہ پر علم غیب کا اطلاق کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ یہی تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر وغیرہ میں بیان کی گئی ہے ہم ان تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے کیونکہ سب کا حاصل وہی ہے جو عرض کیا گیا۔ البتہ بحث کے آخر میں خاں صاحب بریلوی کی دو ایک عبارتیں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو حق کی تائید میں ہیں۔ فرماتے ہیں۔

ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کیلئے علم ذاتی جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علم الٰہی مانتے ہیں نہ کہ جمیع ماکان ومایکون۔

(خالص الاعتقاد ص ۲۲ حسینی پریس بریلی)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فرقہ رضا خانی کے بانی مولانا احمد رضا خان بریلوی نے وہی بات دہرائی جو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ الایمان میں بیان فرمائی ہے اور خان صاحب نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ سچ ہے۔ والفضل بما شھدت بہ الاعداء

اسی طرح مولوی محمد اجمل سنبھلی نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیف یمانی کے جواب میں ردسیف یمانی مرتب کی ہے اس کے صفحہ ۹۱ پر بعض علوم غیبیہ کا اعتراف ان الفاظ میں ہے۔

ہمارا یہی مسلک ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوب پر مطلع کہتے ہیں
گرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس کثرت سے علوم غیبی ثابت
ہیں جن کی نسبت اکابر علماء مجتہدین فرماتے ہیں کہ حضور پر غیوب کے دروازے کھول دیئے گئے لیکن پھر بھی لفظ عالم الغیب کے اطلاق میں احتیاط کی
جاتی ہے۔ ہمارا یہی مسلک ہے اگر چہ بعض علماء قیام مبداء کو علت حمل
مشتق کی قرار دیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اس لفظ کا اطلاق
کرتے ہیں۔ وللناس فیما یعشقون مذاهب۔

خالص الاعتقاد اور مولوی محمد اجمل کی عبارتوں میں واضح فرق موجود ہے پھر بھی عالم الغیب کا اطلاق مولوی اجمل بھی کرنے سے کتراتے ہیں اور جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں مولوی صاحب ان سے متفق نہیں ہیں اور نہ ہی خاں صاحب بریلوی عالم الغیب کہنے کے قائل ہیں البتہ جو لوگ عالم الغیب کہتے ہیں وہ قیام مبدا کو حمل مشتق کی علت قرار دیکر عالم الغیب کہتے ہیں حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب تک مبدا کسی چیز کیساتھ قائم نہ ہو اس پر مشتق کا اطلاق کیا ہی نہیں جاسکتا۔ مثلاً کسی شخص کو عالم اسی وقت کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں صفت علم پائی جاتی ہو اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کیساتھ زہد کی صفت قائم ہو اور کاتب وہی کہلائیگا جو صفت کتابت کے ساتھ موصوف ہو اور ایک اصولی امر یہ بھی ہے کہ علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔ یہ مسلمات میں سے ہے۔ اس سے انکار کرنا بداہت کا انکار کرنا ہے اس موضوع پر دوران مناظرہ ۲۷ رجون فریقین میں طویل نوک جھونک رہی جس کا نقل کرنا لا حاصل معلوم ہوتا ہے۔ اہل علم کیلئے وہ چند سطریں کافی ہیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔ اسلئے کہ قواعد سے انحراف وہی کرسکتا ہے جو صرف اپنی بات منوانے کیلئے قواعد کی پرواہ نہ کرے۔

اس بنیادی مسئلہ کے بعد آیئے ۲۷ رجون کے دیگر مباحث پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔
رضا خانی مولوی اور ان کے عوام یہ الزام حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر عائد کرتے ہیں کہ آپ نے کوا کھانے کو حلال قرار دیا ہے۔ اور بکرے کا کپورا جائز بتایا ہے۔ نہ جانے

کتنی نظمیں اور نہ جانے کتنے مضامین ازراہ تمسخر رضا خانیوں نے لکھے ہیں۔اس مناظرہ میں جب ان کو فرار کا راستہ نہیں ملا تو اس طرح کے مسائل منظر عام پر لائے جو عوام میں اشتعال اور وحشت پیدا کر سکیں چنانچہ رضا خانی مناظر لکھتا ہے۔

"ہمارا آپ سے مطالبہ ہے کہ فقہ کی کتب معتبرہ سے حوالہ دیجئے کہ کوا کھانا نہ صرف حلال بلکہ زاغ معروفہ کا کھانا ثواب ہے۔
فتاوی رشیدیہ میں اس کی صراحت ہے کہ بکرے کی کپوری کھانا درست ہے۔" (۲۷ر جون ۱۹۷۱ء۔)

سوال نہایت گھناؤنے طریقے پر کیا گیا ہے۔ہم نے صرف سوال نقل کیا ہے۔ بیہودگی کو نظر انداز کر دیا ہے۔حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر دو سوالات کو رضا خانیوں کی مستند کتاب،،فلاح دین ودنیا،، کے حوالے سے حل فرمایا کہ اس کتاب میں جو مسئلہ بیان کیا گیا اس میں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارت تحریر فرمائی ہے دونوں میں کیا فرق ہے؟ اگر دونوں ایک ہیں تو اعتراض کی گنجائش نہیں۔یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو اپنے گھر کی خبر نہیں ہے۔اس پر رضا خانی مولوی اس قدر چراغ پا ہوئے کہ الامان والحفیظ۔چند سطریں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۔۔۔ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

اب تو آپ کی علمی بے مائیگی باشگاف ہوگئی کہ حوالجات میں شامی، عالمگیری، ہدایہ فتح القدیر وغیرہ کے علاوہ فلاح دین ودنیا، سے کوے کی حلت کا استدلال ہونے لگا۔(۲۷ر جون ۱۹۷۱ء)

حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بدکلامی (غور فرمایئے لفظ باشگاف پر) کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا۔

میری نگاہ شوق پر اس درجہ خفگیاں ۔۔۔ اور اپنی چشم شوخ کو مطلق سزا نہیں
ہم محبت سے دیکھ رہے ہیں تو گنہگار ۔۔۔ اور آپ بد نگاہی سے دیکھیں تو پارسا

ہم نے "فلاح دین ودنیا" جیسی معتبر کتاب جس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے کہ اس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد وعبادات پر عالمانہ بحث کی گئی

ہے۔ کوے کی حلت کے سلسلہ میں اس لئے پیش کیا تھا کہ آپ بھی دعوی کرتے ہیں کہ میں بھی اہل سنت والجماعت ہوں۔ اگر اس کتاب سے آپ کو تسلی نہیں ہوتی تو لیجئے زیلعی شرح کنز اور تکملہ بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں یہ عبارت ہے۔ **الغراب ثلثة انواع. نوع یاکل الجیف فحسب فانه لا یوکل و نوع یاکل الحب فحسب بانه یوکل ونوع یخلط بینهما وهو ایضاً یوکل عند الامام وهو العفیق کالدجاج.**

کوے کے متعلق عنایہ شرح ہدایہ، عالمگیری، بحرالرائق میں تین قسمیں موجود ہیں۔ ایک کوا جس کی غذا صرف دانہ ہے وہ بالکل جنگلی کبوتروں کی طرح بالاتفاق حلال ہے۔ دوسرا وہ کوا جس کی غذا مردار و غلاظت ہے وہ بالاتفاق چیل اور گدھ کی طرح حرام ہے تیسرا کوا جس کی اصل غذا دانہ روٹی وغیرہ ہے ہاں غلیظ بھی کھا لیتا ہے وہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ آپ اس کو حلال بتلاتے ہیں۔ یہ تو غلیظ بھی کھاتا ہے امام اعظم نے فرمایا یہ خلط کرتا ہے یعنی دانہ اور غلیظ دونوں چیزیں کھاتا ہے۔ مرغی کی طرح۔ یہ مکالمہ بحرالرائق جلد ۸ وغیرہ میں موجود ہے۔

نہ دیکھئے صبح کا ستارہ بند کر لیجئے آنکھیں ——— نہ چلئے راہ نجات پر مختار ہیں آپ

انا هدیناه السبیل اما شاکراً واما کفوراً. راہ ہدایت پیش کر دی گئی جس کو چلنا ہو اپنے اختیار سے چلے، نہ چلنا ہو خود مختار ہے۔ **قد تبین الرشد من الغی. فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر. لیهلک من هلک عن بینة ویحییٰ من حی عن بینة** کسی کو مجبور کر کے راہ ہدایت پر نہیں چلایا جاتا۔ **انلزمکموها وانتم لها کارهون.**

(۲۷؍جون ۱۹۷۱ء)

اس صاف وصریح اور مدلل جواب کے باوجود رضاخانی مولوی بار بار لکھتے رہے کہ جواب ناقص ہے اور اسی سوال کو دہراتے رہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جب حق کو تسلیم نہ کرنے کا عزم کر کے بیٹھے ہوں تو حق کو زبردستی منوایا نہیں جاسکتا البتہ حق خود اپنی برتری کو

تسلیم کرالیتا ہے۔ دوسرا اعتراض کپورے کھانے پر ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی کہ

> فتاوی رشیدیہ متعدد جگہ چھپا، علیحدہ علیحدہ بھی چھپے اور سب مجموعہ یکجا ہو کر بھی چھپا جتنے نسخے ہم نے دیکھے کسی میں بھی کپورے کھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ تذکرۃ الرشید حصہ اول میں جو فقہی مسائل ہیں اسکے مجموعے میں صاف صاف کپورے کھانے کی ممانعت موجود ہے۔ (جون ۱۹۷۱ء)

اس وضاحت کے بعد بھی رضا خانی مولوی کپورے سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

یہ ان کے حوصلے اور طبعیت کی بات ہے تکفیر سازی چونکہ اس فرقہ کا محبوب مشغلہ ہے اس لئے جب تکفیر کا نشہ تیز ہوتا ہے تو اس مستی میں جو بھی سامنے آیا اس پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔ چنانچہ تکفیر کا نشانہ ایک صحابی بھی بنے۔ (معاذ اللہ) ۔ حضرت مولانا ارشاد احمد فیض آبادیؒ سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند نے اس کی نشاندہی الملفوظ کے حوالے سے کی اور خان صاحب بریلوی کو حدیث پاک کی روشنی میں مستحق لعنت ٹھہرایا۔ تحریر کے الفاظ یہ ہیں۔

> خاں صاحب بریلوی نے بڑی دیدہ دلیری اور جسارت کے ساتھ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقدس صحابی کی تکفیر کی ہے۔ ملاحظہ کیجئے! عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا...... اسے قرأت سے قاری نہ سمجھیں۔ بلکہ قبیلۂ بنی قارہ سے تھا۔ (الملفوظ ص ۴۴ جلد دوم)۔
>
> اس عبارت میں عبدالرحمٰن قاریؒ جو بنی قارہ کے تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے دیکھو تہذیب التہذیب مطبوعہ حیدرآباد ص ۲۲۳ جلد ۶ میں ہے۔ یقال لہ صحبة۔ وہ صحابی تھے مگر ان کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے معاذ اللہ یہ لکھا کہ وہ کافر تھا جبکہ نہ ان کو ابو قتادہ نے قتل کیا نہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو چرایا اور لوٹا تھا ایسے مقدس صحابی رسول کو کافر کہنا خود اپنی اور تمام جماعت کے کافر ہونے کا اقرار کرنا ہے۔
>
> ان پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرانے کا بہتان بالکل غلط ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو جان ومال سب کچھ خدمت اقدس میں نثار کرنے والے تھے۔ ان کو چوری سے کیا تعلق۔ حدیث پاک

میں ارشاد ہے کہ جو شخص میرے صحابہ کو برا کہے اور گالی دے (جیسے چور ڈاکو) اس کو کہو کہ اللہ کی لعنت تیرے سر پر۔

اس حدیث کی رو سے خاں صاحب مستحق لعنت ٹھہرے۔

(۲۷؍جون ۷۱ء)

چونکہ خاں صاحب بریلوی نے حضرت عبدالرحمان قاری رضی اللہ عنہ کو کافر صراحۃً لکھا ہے۔ اس لئے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے رضا خانی مناظر نے دامن چھڑانے کی ایک تدبیر سوچی کہ اس تحریر کا انکار کر دیا جائے چنانچہ اصرار کے بعد ۲۸؍جون ۷۱ء کو صرف اس قدر لکھتے ہیں۔

لائیے وہ ثبوت۔ عبدالرحمٰن جس کا واقعہ الملفوظ میں مذکور ہے۔ وہ صحابی ہے۔ (۲۸؍جون ۷۱ء)

خان صاحب کی اس بدترین تحریر کو علماء حق بار بار منظر عام پر لائے لیکن کوئی جواب نہ بن پڑا۔ کیونکہ اس بدترین غلطی کا اعتراف الملفوظ کے دوسرے ایڈیشن میں ان الفاظ میں کیا گیا۔

پہلی طباعت میں فزاری کی جگہ قاری لکھا گیا تھا وہ غلط ہے۔

(الملفوظ ج ۲ ص ۶۰ رضوی کتب خانہ بریلی)

یہ ہے رضا خانیوں کی دھاندلی کا ایک نمونہ۔ لیکن غلطی کے اس اعتراف سے خاں صاحب بریلوی کو کیا فائدہ پہنچا وہ تو ایک صحابی کی تکفیر کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنی عاقبت خراب کر گئے۔ زندگی میں غلطی کا اعتراف کرنے اور توبہ کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ ایسی صورت میں کیا خانصاحب بریلوی لعنت کے طوق سے آزاد ہو سکتے ہیں؟ کیا ان کے حق میں دوسروں کی توبہ شریعت مطہرہ قابل قبول ٹھہراتی ہے؟ پھر اس براءت کا کیا حاصل ہے؟ یہی حال مولوی محبوب علی خاں "مرتب حدائق بخشش" کا بھی ہے۔ جو اپنی توبہ سے خاں صاحب بریلوی کے سر سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کا بوجھ اتار رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رضا خانی فرقہ اپنے کالے کرتوتوں کو چھپانے کی اس وقت کوشش کرتا ہے جب اہل حق اس فرقہ کی غلطیوں اور عقائد کی خرابیوں

کو طشت از بام کردیتے ہیں۔ غلطیاں صرف عقائد و مسائل تک محدود نہیں ہیں۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات سے انبیاء علیہم السلام اور حضرات اولیاء رحمہم اللہ کو متصف کردیتے ہیں۔ اور کبھی حنفیت کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کے خلاف مسائل بیان کرتے ہیں، قرآن مجید کی آیات میں لفظی اور معنوی تحریفات سے بھی نہیں چوکتے۔ موج وترنگ میں آئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیوں کا انبار لگادیا۔ طرفہ تماشا یہ کہ اپنے معایب کی پردہ پوشی کیلئے علماء ربانیین کے دامن شفاف کو داغدار بنانے کی سعی ناروا کرتے ہیں اور جب علماء کرام ان کے عقائد و مسائل کو منظر عام پر لاتے ہیں تو ایسی حرکات مذبوحی کرتے ہیں جو دیدنی ہوتی ہے۔ علماء حق نے صرف چند ہی مسائل کی نشاندہی کی تھی کہ رضا خانی خیمہ میں زلزلہ آگیا اور خاموشی ہی ہر سوال کا جواب بن گئی۔ چند سوالات آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) الملفوظ حصہ چہارم صفحہ ۲۷۔ دوسرا ایڈیشن ص ۳۲ پر عرض وارشاد ہے۔

عرض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ختم اللہ لاغلبن انا ورسلی تو بعض انبیاء کیوں شہید ہوئے؟

ارشاد رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا۔ انبیاء البتہ شہید کئے گئے رسول کوئی شہید نہ ہوا یقتلون النبیین فرمایا نہ کہ یقتلون الرسل

اس عرض وارشاد کے سلسلہ میں دریافت طلب یہ ہے کہ آیت کریمہ کے اصل لفظ کتب کے بجائے سائل نے ختم پڑھا اور آج تک اسی طرح یہ آیت الملفوظ میں چھپتی آرہی ہے۔ کیا یہ تحریف لفظی نہیں ہے؟ اس میں سائل مجیب یعنی خاں صاحب بریلوی اور مرتب مولوی مصطفیٰ رضا خاں سب شریک ہیں۔ کیا تحریف جائز ہے؟

(۲) خاں صاحب بریلوی نے رسولوں کی شہادت سے صراحۃً انکار کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات کریمہ میں رسولوں کی شہادت بھی مذکور ہے۔ دیکھئے (سورۂ المائدہ آیت ۷۰ سورۂ بقرہ۔ سورہ آل عمران کے رکوع ۱۱۔۱۹)۔

ایسی صورت میں کیا خاں صاحب بریلوی آیات کریمہ کے منکر اور محرف نہیں ہوئے؟

رضاخانی فرقہ کے علماء ان سوالات کا بار نہ اٹھا سکے تو ایک نیا شگوفہ سامنے لائے کہ بتائیے کتنے رسولوں کو شہید کیا گیا ہے؟ دیکھا آپ نے سوال تو آیت کریمہ کی صراحت سے انکار کا ہے۔ نہ کہ شہیدوں کے نام اور گنتی مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زائد انبیاء ورسل مبعوث فرمائے۔ ہمیں صرف چند اسماء گرامی معلوم ہیں لیکن حکم خداوندی کے مطابق ایمان سب پر ہے۔ خواہ نام معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں ایمان پر اس کا کیا اثر پڑیگا اسی طرح اگر ان انبیاء ورسل کے اسماء گرامی کی اطلاع کتاب وسنت میں نہیں دی گئی تو کیا بغیر صراحت اسماء اس آیت کریمہ کا انکار کر کے خان صاحب بریلوی اور ان کے متبعین مسلمان رہیں گے تحریف لفظی کا جواب نہ بن پڑا تو یہ لکھ کر دامن چھڑانے کی کوشش کی کہ

بلاشبہ یہ کاتب کی غلطی ہے جو بعد میں مصححین کی بے توجہی سے باقی رہ گئی لیکن دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنے والو اپنی چشم میں شہتیر کا تماشہ دیکھو ۔ایضاح الادلہ ص ۹۳ مصنفہ مولوی محمود الحسن ۔آج تک یہ آیت اور اسی کی بنا پر استدلال موجود ہے۔فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم . (۲۷ / جون ۱۷۱ء)

اس دیدہ دلیری کو کیا کہئے کہ اپنی تحریف کو تو کاتب کے سر تھوپ دیا اور جو واقعۃً کاتب کی غلطی ہے اس کو مصنف کے سر منڈھنے کی ناروا جسارت ہے کاتب صاحبان ذرا سی غفلت سے کیا کیا گل کھلاتے ہیں اور عبارتیں کیا سے کیا ہو جاتی ہیں۔ یہ اہل علم پر واضح ہے لیکن رضاخانی مولوی میدان مناظرہ میں اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ بے پر کی اڑا رہے تھے اور علماء حق کے پیاپے حملوں سے پیر کے نیچے سے زمین کھسک چکی تھی۔ (الملفوظ کے حوالہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ

پہلی بار کی حاضری میں منیٰ شریف کی مسجد میں مغرب کے وقت حاضر تھا اس وقت وظیفہ بہت پڑھا کرتا تھا اب تو بہت کم کر دیا ہے بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد اللہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں۔ (الملفوظ ج ۴ ص ۶۰)

سوال یہ ہے کہ سنتوں کی معافی کس عالم وفقیہ نے بیان کی ہے؟ کس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو معاف کردے نوافل سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کی مواظبت فرمائی ہے۔ حضرات صحابۂ کرام اولیاء عظام، صالحین رضی اللہ عنہم اخیر وقت تک نوافل کے پابند رہے اور یہی نہیں جوں جوں وقت آخر قریب آتا گیا نوافل کثرت سے پڑھنے لگے تاکہ قرب الٰہی میں اضافہ ہوجائے۔

لیکن خانصاحب نے عمر کے آخری حصہ میں نوافل بتقاضائے نفس چھوڑ دیئے اور اپنے ہی ارشاد کے مطابق کذابوں کی فہرست میں شامل ہوگئے۔ (دیکھئے الملفوظ ج ۲ ص ۱۱۰)

(ارشاد) اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے انہا اکذب شیء اذا حلفت فکیف اذا وعدت نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔

(۲۷ رجون ۱۹۷۱ء)

یہ سوال رضاخانیوں پر اتنا بھاری ثابت ہوا کہ اس کو ہضم کر گئے اور ڈکار تک نہ لی اور حضرت مولانا سید ارشاد احمد سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند تیار بیٹھے تھے۔ کہ ان کو سانس لینے کا موقعہ نہ دیا جائے اور ناک میں دم کردیا جائے چنانچہ درج ذیل تحریر رضاخانی کیمپ میں بھیجی گئی۔

(مولوی برکات احمد) کا جب انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں عرض کی یارسول اللہ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔ الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ (الملفوظ ج ۲ ص ۳۲) اس عبارت سے کئی سوالات ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

(۱) روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو اور مولوی برکات احمد کی قبر کی خوشبو میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا شائبہ ہی نہیں کھلی ہوئی اہانت ہے۔ یہ خواب کی بات نہیں بلکہ عالم بیداری کی بدرستگی ہوش وحواس کی باتہے۔ یہی نہیں بلکہ پہلی جو خوشبو محسوس ہوئی وہی مولوی برکات احمد کی قبر میں محسوس ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری بار جب روضۂ انور کی زیارت نصیب ہوئی اس وقت پہلی بار جیسی خوشبو محسوس نہیں ہوئی۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا خاں صاحب بریلوی کو پہلی جیسی عقیدت ومحبت ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں رہی ورنہ پہلی بار کی تخصیص کی کیا ضرورت تھی؟

(۲) مولوی برکات احمد کے جنازے میں فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی اس پر خاں صاحب فاضل بریلوی لہک اٹھے اور فخریہ لب ولہجہ میں فرمایا کہ الحمد للہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا، یعنی خاں صاحب بریلوی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بنے۔ استغفر اللہ۔ کیا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے؟ (۲۷ رجون ۱۹۷۱ء)

رضاخانی مولویوں سے اس بھاری بھرکم سوال کا جواب بھی نہ بن پڑا اور اس کے بوجھ تلے ایسے دبے کہ اٹھ نہ سکے اور اپنے مجدد صاحب کی توہین کو چھپانے کیلئے چند خوابوں کو عالم بیداری کا مسئلہ بنا کر یوں پیش کیا۔

گندگی میں ڈوبی ہوئی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے اور دونوں ہاتھوں سے کلیجہ پیٹئے ایک دن اعلیٰ حضرت (یعنی دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں۔ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں۔ اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔
(تذکرۃ الرشید ص ۴۶) (۲۷ رجون ۱۹۷۱ء)

خدا جانے رضاخانیون کو اس خواب میں کون سی اہانت نظر آ گئی۔ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ خلق خدا کے ساتھ محبت وخدمت سے معمور ہے۔ آپ نے یگانوں کی خدمت کی ہے اور بیگانوں کی بھی، اپنوں کو گلے لگایا ہے اور غیروں کو بھی۔ اصحاب صفہ کی جس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت کی ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ مدرسہ کے طلبہ کو عموماً مہمانان رسول کہا جاتا ہے اور مسلمان ان کی عزت وتکریم کرتے ہیں۔ ان کی کفالت کا حتی الوسع انتظام کرتے ہیں اور اللہ تعالی سے بہترین اجر کی امید رکھتے ہیں اور علماء کرام علوم نبوت کے وارث وامین ہیں۔ **العلماء ورثة الانبیاء** کس کے علم میں نہیں ہے۔ اگر سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وارثین پر انتہائی خوش ہیں اور اس خوشی کا اظہار خدمت کے ذریعہ فرمارہے ہیں تو اس میں کلیجہ پیٹنے یا گستاخی کی کونسی بات ہے۔ توہین اور صریح گستاخی کی مثال تو خانصاحب بریلوی نے عالم بیداری میں پیش کردی ہے۔ اس پر رضاخانیوں کو حق حاصل ہے جتنا چاہیں ماتم کریں کلیجہ پیٹیں۔ لیکن ان نوحہ خوانی سے خاں صاحب بریلوی نے جو توہین کی ہے اس میں کمی نہیں آئے گی۔

رضاخانی مولوی علماء حق کے اعتراضات وسوالات سے اس قدر گھبراگئے تھے کہ ان کو فرار کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ چاروناچار اپنا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے اول فول بکنے لگنے ہم ہرزہ سرائیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اصل عبارت نقل کررہے ہیں جس پر رضاخانی گروہ میں تلملاہٹ ہے۔

> دیوبندیوں کے قطب عالم غوث ربانی جناب رشید احمد گنگوہی کا ایک خواب ملاحظہ فرمایئے۔ آپ (یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی) ایک مرتبہ خواب بیان فرمانے لگے کہ مولوی محمد قاسم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ دولہن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح ان کے ساتھ ہوا۔ پھر خود ہی تعبیر فرمائی کہ آخر میں انکے بچوں کی کفالت کرتا ہی ہوں۔ (تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۲۴۵)

ناظرین ہی فرمائیں کہ خواب میں کونسی قباحت ہے کہ اس کو رضاخانی مولوی معاشقہ کی داستان قرار دیتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا اور اسکی ایک

پاکیزہ تعبیر خود ہی بیان فرمادی کہ میں ان کے بچوں کی کفالت کرتا ہوں۔اسی طرح رضا خانیوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک واقعہ کو ننگا ناچ اور اس پر بہت کچھ زبان درازیاں اور دشنام طرازیاں کی ہیں۔اس واقعہ کو حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے یوں بیان فرمایا کہ

"حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب وعم محترم مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہما نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی کے مرید وشاگرد جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی مجمع میں تشریف فرماتھے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے حضرت محمد قاسم نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت گنگوہی نے پھر فرمایا تو بہت ادب کیساتھ چت لیٹ گئے۔حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا قاسم نانوتوی کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر رکھ دیا جیسے عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے اور مولانا قاسم نانوتوی ہر چند فرماتے رہے کہ مولانا کیا کر رہے ہو۔یہ لوگ کیا کہیں گے۔حضرت گنگوہی نے فرمایا لوگ کہیں گے تو کہنے دو۔"

(ارواح ثلثہ ص ۲۸۹۔(۲۷/جون ۱۹۷۱ء)

یہ دو بزرگوں کا واقعہ ہے اور دونوں ایک ہی پیر کے مرید اور خواجہ تاش ہیں۔دونوں بزرگوں پر حضرت سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو اعتماد ہے۔اور اپنے خلفاء میں بالخصوص انہی دونوں بزرگوں سے رجوع کرنے کا واضح الفاظ میں حکم دیا ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بزرگان دین کبھی کبھی اپنا باطنی فیض پہنچانے کیلئے مسترشدین کو سینے سے لگا لیتے ہیں سینہ اور سر پر ہاتھ رکھتے ہیں۔کبھی اپنا لعاب دہن مرید ومسترشد کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔یہ سب کچھ شیخ و مرید ومسترشد کے حسب حال کرتے ہیں۔یہی فیض رسانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نانوتوی کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کی ہے اور مجمع کے سامنے کی ہے اور یہی نہیں بلکہ راوی کے مطابق ہاتھ اس طرح رکھا ہے جیسے عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔پھر اس میں قباحت کیا

ہے؟ بڑھاپے میں کسی طرح کا شبہ کرنا اور وہ بھی علماء ربانیین اور مشائخ وقت کیلئے بلا شبہ محرومی اور کور چشمی کی بات کہی جا سکتی ہے۔ اس باطنی فیض رسانی کو ننگا ناچ قرار دینا حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کے دامن تقدس کا مذاق اڑانا ہے۔

اس صاف ستھرے جواب کے بعد بھی رضا خانیوں کو تشفی نہیں ہوئی اور اپنے سر سے سوالات کا انبار ہٹانے کیلئے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے چار اشعار جو حضرت گنگوہی کی وفات حسرت آیات کے بعد لکھے گئے تھے وہ بطور اعتراض رضا خانیوں نے پیش کئے۔ پہلا شعر ہے۔

پھریں تھے پوچھتے کعبہ میں بھی گنگوہ کا رستہ جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

شعر بالکل عام فہم اور سادہ ہے لیکن جب مزاج میں خباثت اور گندگی بھری ہوئی ہو تو صاف ستھری اور پاکیزہ چیز بھی گندی دکھائی دیتی ہے۔ آخر یرقان زدہ شخص ہر چیز کو زرد ہی دیکھتا ہے۔ ورنہ شعر میں کوئی معنوی سقم نہیں ہے۔ آیئے اس کی تشریح کر کے دیکھیں کہ رضا خانیوں کا اعتراض کتنا وزن دار ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جن کو عرفان کا ذوق وشوق حاصل ہے وہ کعبہ میں بھی گنگوہ کا راستہ پوچھتے پھرتے تھے۔ مفہوم بالکل واضح ہی کہ جن پاکیزہ نفوس کو گنگوہ کے امام ربانی سے معرفت حق حاصل ہوئی اور سلوک کی منزلیں طے کیں اور تزکیہ نفس میں کامیابی ملی وہ کعبہ مکرمہ پہنچ کر عرفان حق کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور گنگوہ کا راستہ پوچھ رہے تھے تاکہ خانقاہ رشیدی میں باریاب ہو کر عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر سکیں بھلا کون سا مرید ایسا ہوگا جو اپنے شیخ کے ذریعہ حاصل شدہ مقامات کو اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کو یاد نہیں کریگا۔ آخر نیک اطوار تلامذہ بھی تو اپنے اساتذہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ سب کچھ استاذ کا عطیہ ہے۔ اسی احسان کا ذکر مذکور شعر میں ہے۔ دوسرا شعر ہے

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

یہ شعر بھی پہلے کی طرح بے غبار اور صاف ستھرا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت گنگوہیؒ کی قبر انور کو طور سے تشبیہ دی اور ان کی قبر مبارک پر پہنچنے کے بعد میں نے

اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ آپ مجھے اس شیخ کا روئے انور دکھا دیجئے۔ ظاہر ہے کہ نہ تشبیہ غلط ہے اور نہ التجاء اور آرزو اس کے باوجود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری التجا بھی نادانی ہے۔ وفات کے بعد کون کس کو دیکھ سکتا ہے یہ ہوسکتا ہے کہ متوفی کو خواب میں دیکھ لیا جائے۔ اسی لئے حضرت نے اس کو نادانی قرار دیا۔ اس کے باوجود رضا خانی واویلا مچاتے ہیں کہ گنگوہی کی قبر کو طور کہا اپنے کو موسیٰ اور گنگوہی صاحب کو خدا کہا اور کھڑے ہو کر ارنی کی صدا لگائی یہ ایمان سوز مضمون رضا خانی ہی بیان کر سکتے ہیں جن کا مشغلہ ہی تکفیر سازی ہے۔

تیسرا شعر ملاحظہ فرمایئے

مرے مولا مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی خدا ان کا مربیّ وہ مربیّ تھے خلائق کے

اس پر رضا خانی مولوی کے الفاظ یہ ہیں،، کہئے آپ کی توحید خالص کہاں رخصت ہوگئی۔ کہاں تو یہ دعویٰ ہے کہ جو مانگنا ہو خدا سے مانگو اور کہاں آپ کا رزق ہی متعلق ہوگیا گنگوہی سے۔

داد دیجئے رضا خانیوں کی کج فہمی اور دسیسہ کاری کی۔ اس شعر میں کہاں توحید پر آنچ آئی ہے اور مخلوق سے کس نے مانگا ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بالکل سادہ انداز میں فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تربیت دینے والا اللہ پاک ہے اور حضرت گنگوہیؒ کو بارگاہ صمدیت سے جو کچھ عطا ہوا اور تربیت کے جو طریقے حاصل ہوئے اسی طریقے کے مطابق بے شمار لوگوں کی تربیت حضرت گنگوہیؒ نے فرمائی۔ اس شعر میں تو غیر خدا سے مانگنے کا اشارہ تک نہیں ہے پھر رضا خانیوں نے اپنی صف میں کھڑا کرنے کی ناروا جسارت کیوں کی؟ شاید اپنی قبوری شریعت کی تائید کیلئے۔

چوتھا شعر ہے

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

اس شعر پر رضا خانیوں کے گندے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

اس میں حضرت ابن مریم کو کھلا چیلنج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف مردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن ہمارے پیر مغاں کو آخور گنگوہی صاحب میں دونوں کمال تھا مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور زندوں کو مرنے نہ دیتے۔ یہ اور بات ہے کہ خود مر گئے اور مر کر مٹی میں مل گئے۔ یہ انتہائی حیرت اور تعجب کی بات ہے اور ایک ہی مصرع میں کھلا ہوا تضاد ہے جبکہ جناب کے مولانا نے زندوں کو مرنے ہی نہیں دیا تو جلانے کیلئے مردے کہاں سے مل گئے۔ (۲۷؍جون ۱۹۷۱ء)

بدتمیزی ہرزہ سرائی، یاوہ گوئی تو اس فرقہ کی سرشت میں داخل ہے اسی لئے ہم نے بہت سی جگہوں پر صرف سوالات لکھے ہیں باقی عبارتیں جو اسی زمرہ کی ہیں نقل کرنے سے گریز کیا ہے تاکہ ناظرین بار بار بیہودہ الفاظ پڑھ کر چیں بجبیں نہ ہوں۔ آیئے اب اس شعر پر نظر ڈالیں یہ شعر بھی بالکل صاف وسادہ ہے۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مردوں کو زندہ کیا یعنی جن کے قلوب معرفت حق کی لذت سے محروم تھے اور ان کو عرفان حاصل نہیں تھا۔ ایمان کی حلاوت وشیرینی اور کیفیت احسان سے ناآشنا تھے۔ ان مردہ دلوں کو ایمان واحسان کی حلاوت وکیفیت سے آشنا کر کے زندہ کیا اور جو اہل دل تھے ان کو تربیت خاص سے زندہ رکھا یعنی جو راہ سلوک کے راہ رو تھے ان کو راہ راست سے ہٹنے نہیں دیا بلکہ ان کے قلوب کو ایمانی جلا بخشی۔ ایک شیخ ربانی کی حیثیت سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کمال حاصل تھا۔ اسی عرفانی زندگی کو حاصل زندگی قرار دے کر فرمایا کہ غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا ہے کہ جو بندگان خدا راہ حق سے بھٹکے ہوئے تھے اور ان کی زندگی ایمان ویقین کی کیفیت سے ناآشنا تھی ان کو معرفت حق کا جام پلا کر خدا مست بنا دیا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا حقیقی کام یہی ہے کہ وہ روحانی امراض کے طبیب کامل ہوتے ہیں اور روح کی کثافتوں کو دور کر کے روح کو صاف ستھرا بنا کر اعمال سے مزین کر دیتے ہیں۔

غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا اور بے شمار بندگان خدا کے مردہ دلوں میں ایمان کی شمع روشن کر دی۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری،

شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت گنگوہی رحمہم اللہ نے یہی ایمانی شمع روشن کی اور رشد وہدایت کی وہ مثال قائم فرمائی جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے متبعین میں نظر نہیں آتی، مسیحی جو حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزۂ احیاء موتی کو سب سے عظیم الشان معجزہ سمجھتے ہیں ان سے کہا گیا ہے کہ ہمیں حضرت عیسی علیہ السلام کی مسیحائی سے انکار نہیں اس پر پورا پورا ایمان ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کا جو اصل مقصد ہے تزکیۂ نفوس وہ حق غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے۔ ورنہ اگر احیاء موتی سب سے بڑا معجزہ ہوتا تو نبی آخرالزماں فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور عطا ہوتا۔

اس گفتگو کے بعد رضاخانی فرقہ شعر کو دوبارہ پڑھنے کی زحمت اٹھالے تو شاید آنکھیں کھل جائیں اور یہ بھی سمجھ میں آجائے کہ ابن مریم کہہ کر شعر کی زبان میں شاعر اعلی درجہ کا طبیب مراد لیتے ہیں۔ کسی مسلمان کے بارے میں انبیاء علیہم السلام کو چیلنج کرنے کا تصور رضاخانی ہی کر سکتے ہیں۔ ابن مریم، کہہ کر طبیب اعظم مراد لینے کی ایک مثال دیکھ لیجئے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

کبھی صرف مسیحی ہونے کی بناء پر ابن مریم یا بنت مریم کہہ دیا جاتا ہے۔ مجاز لکھنوی کا یہ شعر دیکھئے۔

وہ نوخیز نورا وہ اک بنت مریم وہ تثلیث کی دختر نیک اختر

پھر یہ کون نہیں جانتا ہے کہ سب سے بڑا اعجاز مصطفوی علم ہے۔ اس کے باوجود رضاخانی فرقہ کا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مذکور شعر پر اعتراض مضحکہ خیز ہے۔ راقم الحروف کی اس تحریر کے بعد علامہ نور محمد ٹانڈوی مرحوم نے یہ تحریر بھیجی جو رضاخانیوں کی مشرکانہ ذہنیت کی آئینہ دار ہے۔

آپ نے اپنے اعلی حضرت کے گاگر دگریا شریف کی جو فضیلت ومنقبت بیان کی ہے اس میں یہ بھی ہے۔

زمزم کا اس میں پانی کوثر کا اس میں شربت
جنت سے آ رہی ہے احمد رضا کی گاگر

(مدائح اعلی حضرت ص ۳۷)

سوال یہ ہے کہ اس گاگر میں بریلی کے کسی کنویں یانل کا پانی جو بھرا گیا اس کو زمزم اور کوثر کا پانی اور شربت کہا جارہا ہے کیا یہ ایمان کی سلامتی کی نشانی ہے اور مٹی کی گاگر جس کو کسی کمہار نے بنایا ہو آپ کا یہ کہنا کہ جنت سے آرہی ہے یہ ایمان کی اور اسلام کی نشانی ہے کیا جو شخص ایسا کہے آپ کے نزدیک کافر ہے یا مسلمان؟ مہربانی فرما کر اس پر روشنی ڈال دیجئے۔ آپ کا کیا بگڑ جائے گا اور گاگر و گگریا کے اسی بریلی کے پانی کو یہ کہنے سے۔

پئے ایک قطرہ تو جنت میں جائے یہ ہے ساقی جام ریحاں کی گاگر

ایک قطرے کے پینے پر تو جنت مل جاتی ہے تو ایک گلاس کے پینے پر کیا ملے گا اور اس سے اسلام وارکان کی کیا توہین ہورہی ہے؟ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدار نجات بنایا تھا اس کو ہٹا کر گاگر کے ایک قطرہ کو دیدیا گیا۔

ذرا اس پر بھی غور فرمایئے

حور وغلماں بھی لے کے آئے ہیں میرے مرشد کی عالی گگریا
آب کوثر بھرا ہے غلماں نے حوروں نے جب سجائی گا گریا

سوال یہ ہے کیا یہ سچ ہے کہ حور وغلمان اس کو لے کے آتے ہیں اور آب کوثر اس میں حوروں اور غلمان نے بھرا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا اسلام میں داخل ہے یا خارج؟ (۲۷؍جون ۱۹۷۱ء)

ظاہر ہے کہ ان صاف وصریح اشعار میں جو کچھ خاں صاحب بریلوی کی منقبت میں کہا گیا ہے۔ رضاخانیت دم بخود ہے کہ اس سلسلہ میں کیا کہا جائے چنانچہ ان سوالات کو یہ فرقہ نظر انداز کر گیا اس لئے کہ صراحتوں کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ اور پھر جب رضاخانیوں کا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ قدرت نے ہر لغزش سے محفوظ رکھا تھا (کرامات اعلیٰ حضرت ص ۱۰) تو سب کچھ روا ہے۔ کتنی دلیری ہے اس عقیدہ میں کہ عصمت وحفاظت جو انبیاء علیہم السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کا مخصوص عطیہ ہے اس میں احمد رضا خاں صاحب کو شریک بنا دیا اور اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کا ارتکاب کیا۔

۲۷ر جون کی تحریروں کا حاصل یہی ہے جو کچھ پیش کیا گیا۔ حیرت یہ ہے کہ ۲۸ر جون کی تحریروں میں وہی باتیں دہرائی گئی ہیں جو سابقہ تاریخوں میں ۲۵ر سے ۲۷ر جون تک کہی گئی ہیں۔ اس لئے ۲۸ر جون کی تحریروں میں جو کسی قدر نئی اور ذرا مفید نظر آئیں وہی اس میں پیش کی جارہی ہیں۔ رضا خانی مناظر نے تنگ آ کر اس کا اقرار کر ہی لیا کہ خاں صاحب بریلوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں کہتے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ غیر اللہ پر عالم الغیب کا علی الاطلاق اطلاق کرنے کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کب جائز کہا اور اس ناجائز کہنے پر تکفیر کی۔ یہ تو محض سراسر جھوٹ اور افترا ہے اور جو تقریر غیر اللہ پر عالم الغیب کے اطلاق کے ناجائز ہونے کیلئے آپ نے تھانوی کی طرف سے کی ہے اگر اس سے تقریب تام ہے تو پھر تشقیق کر کے کفر بکنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی تشقیق کی ایک شق میں صریح کفر متعین متعین بکنے کی وجہ سے تھانوی کی تکفیر کی گئی جس کو آپ نے بھی زید کے سر پر تھوپ کر کفری عبارت ہونا تسلیم کر لیا جو آپ کیلئے سانپ کے منہ میں چھچھوندر ہو گئی اس عبارت کی تکفیر کے موقعہ پر اطلاق عالم الغیب کی بحث کو لا کر بالکل دھوکہ دینا ہے اور کفر صریح متعین متعین کو ایمان بتا کر اپنے اور اپنے متبعین کے ایمان کو خیر باد کرنا ہے۔ اصل بحث اس میں ہے۔ اس سے کفر کو اٹھایئے۔ اسکے اور دوسرے مسائل متنازعہ کے متعلق اب تک تقریباً اسی ۸۰ سوالات موضحہ جا چکے ہیں وہ اب تک آپ پر سوار ہیں مزید نذرانے پیش ہیں۔

۲۔ یہاں ممکن کو واجب پر قیاس کرنا نہیں ہے بلکہ جس تشقیق سے تھانوی نے دلیل قائم کی ہے اس تشقیق کے اندر جو انتہائی فساد لازم آتا ہے اسے ظاہر کرنا ہے۔

۳۔ مزید نذرانے کے سوالات درج ذیل ہیں، وصول کیجئے۔

(۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطاء الٰہی علم غیب حاصل ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کہنا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غیب بعطاء الٰہی جانتے تھے صحیح ہے یا نہیں؟

(۳) اگر صحیح نہیں تو جو یہ کہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غیب بعطاء الٰہی جانتے تھے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۴) حفظ الایمان کی عبارت متنازعہ فیہا میں ،،ایسا،، کلمہ تشبیہ ہے بمعنی اتنا واسقدر یا کوئی تیسرا معنی؟

(۵) جس معنی میں بھی ہو اس کا قرینہ کیا ہے؟

(۶) یہ عبارت قیاس اقترانی ہے یا استثنائی؟

(۷) اگر اقترانی ہے تو اشکال اربعہ میں سے کونسی شکل ہے؟

(۸) اور اگر قیاس استثنائی ہے تو اس کا مقدمۂ اولیٰ متصلہ ہے یا منفصلہ؟

(۹) بہر تقدیر استثناء میں رفع مقدم ہے یا رفع تالی؟ وضع مقدم ہے یا وضع تالی؟

(۱۰) اس کے جملہ مقدمات مذکور ہیں یا کچھ محذوف؟

(۱۱) اور اگر کچھ محذوف ہیں تو وہ کہاں ہیں اور اس پر قرینہ کیا ہے؟

(۲۸؍ جون ۱۹۷۱ء)

رضا خانی مناظروں کی یہ تحریر اعلان کر رہی ہے کہ کل غیب سے انکار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ علی الاطلاق عالم الغیب نہ کہنے کا مطلب بھی یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علوم غیبیہ حاصل نہ تھے ورنہ عالم الغیب کہنے میں مضائقہ نہیں تھا۔ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس کو جو کچھ ملا اور مل رہا ہے وہ عطیۂ خداوندی ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کو جن مغیبات پر اطلاع ہوئی وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت وحکمت کے مطابق اطلاع بہم پہنچائی۔ اس میں کسی نبی کا ذاتی طور پر کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جب مشیت ہوئی اور جس قدر ہوئی مغیبات پر مطلع فرمادیا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہی ہے۔ اب ناظرین ملاحظہ فرمائیں وہ تحریر جو مناظرہ کے دوران مذکورہ رضا خانی تحریر کے جواب میں بھیجی گئی تھی۔

۱۔ اگر بڑے خاں صاحب عالم الغیب کا اطلاق غیر اللہ پر جائز ہی نہیں رکھتے تو معلوم ہوا کہ حفظ الایمان کو تسلیم کرلیا۔ حفظ الایمان کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ عالم الغیب کا اطلاق علی الاطلاق باری تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے۔ پھر کس لئے اتنی بحث ہے۔ اعلان کردیجئے کہ نہ اعلیٰ حضرت کو اس

مسئلہ میں اختلاف تھا نہ دوسرے رضاخانیوں کو اختلاف ہے۔آپ کے اسی ۸۰ سوالات کا، جواب ایک ایک کرکے پیش کردیا ہے جو ہر ایک اپنی جگہ ٹھیک فٹ ہوا ہے۔

۲۔ممکن کو واجب پر قیاس کرنا جائز نہیں۔علیٰ ھذا بالعکس۔اسی وجہ سے جو تشقیق حضرت تھانویؒ کے علم ممکن میں تھی۔آپ اس کو علم واجب میں جاری کرنے کے مجاز نہیں۔

۳۔ذیل میں آپ نے گیارہ سوالات لکھے ہیں جن کو موضوع مناظرہ سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔تاہم نمبروار جواب لیجئے۔

(۱)حاصل ہے مگر کلی نہیں اور عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

(۲)اس کا جواب نمبر ایک میں موجود ہے۔

(۳)اس کا جواب بھی واضح ہے۔

(۴)حفظ الایمان میں لفظ (ایسا) آیا ہے۔اس پر ایسی ایسی بحث کی گئی ہے اور ایسے ایسے دلائل وشواہد پیش کئے گئے کہ رضاخانیوں کا قافیہ تنگ ہوگیا۔

(۱) ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

(فرمایئے ایسا کیسا ہے)

(۲) آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشہ کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

اور لیجئے

(۳) غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

(۴) نالہ جاتا تھا پرے عرش سے اور اب
لب تک آتا ہی نہیں جو ایسا رسا ہوتا

(۵) ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں ولیکن پھر بھی کم نکلے

آپ غور فرمائیں

ایسا آساں نہیں لہو رونا
دل میں طاقت جگر میں جان کہاں

بار بار کی خط وکتابت کے باوجود آپ کی یہ غفلت بلکہ تغافل سے جیسے کسی نے کہا ہے۔

گر چہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

آپ جدھر چاہیں دوڑیں جس کونے میں جا کر چھپیں جو نقاب چاہے اوڑھیں مگر کیا حاصل؟

جلوے مری نگاہ میں کون ومکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

اب آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ایسے ایسے شعروں میں الفاظ کیسے کیسے معنی میں مستعمل ہے۔امید ہے کہ حفظ الایمان کا ایسا بھی آپ کیلئے اجنبی نہیں رہے گا۔

۵۔محاورات پیش کردیئے قدرت کی طرف سے فہم کا حصہ ملا ہو تو سمجھ لیجئے۔اگر فہم کا افلاس ہو یا اس سے محروم ہی ہوں تو پھر تشریف لے آیئے۔

جی تو ان کا چاہتا ہے مجھ سے ملنے کیلئے
کچھ عدو کا پاس ہے کچھ شرم دامن گیر ہے

۶۔اس کو مناظرہ سے کیا علاقہ ہے۔قیاس الغائب علی الشاہد وقیاس الشاہد علی الغائب دونوں ہی ناجائز ہیں چاہے اقترانی ہوں یا استثنائی۔

۷۔اشکال اربعہ منطقیہ میں کسی صورت سے جائز نہیں۔

۸۔جب دونوں کی ہی نفی کردی گئی تو ایک کی علی التعیین نفی ہوگئی۔فی نفسہ کوئی ضرب منتج ہو یا عقیم۔

۹۔رفع اور وضع مقدم اور تالی کی ہر صورت ممنوع ہے۔

۱۰۔مقدمات مذکور ہوں یا محذوف سب کا یہی حال ہے۔

۱۱۔ اگر قیاس جائز ہوتا تو محذوف وغیرہ کو بیان کیا جاتا۔ جب قیاس ہی جائز نہیں ہے تو پھر گیارہ تشقیقات دائرہ بحث سے بالکل خارج ہے۔ مگر آپکی خاطرداری میں انکا بھی جواب لکھا گیا، جواب نہیں دیا۔ (۲۸ رجون ا۷ء)

۲۸ رجون ا۷ء کو دونوں فریق کی ایک ایک تحریر ہم نے نقل کی ہے۔ ان تحریرات کو پیش نظر رکھ کر اندازہ لگائیے کہ رضا خانی مناظرین کس طرح بحث سے گریز کر رہے ہیں۔ چونکہ رضا خانی فرقہ کے مناظر اپنے اعلیٰ حضرت کے سر سے کفر کا بوجھ نہیں اتار سکے اور نہ ہی کفریات کی دلدل سے نکالنے میں کامیاب ہوسکے اس لئے منطقی بحث چھیڑ کر راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ شب وروز اسی طرح کی تحریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس کا حاصل اسکے سوا کچھ نہیں کہ رضا خانی فرقہ بستر سمیٹنے کی تیاری کر رہا ہے اور فضول بکواس کر کے وقت ضائع کر رہا ہے۔ دشنام طرازی جو اس فرقہ کے خمیر میں شامل ہے اور نئی نئی گالیاں بکنے اور ایجاد کرنے میں اجلاف کے بھی کان کتر دیئے ہیں اب سب کچھ نظر انداز کر کے اسی پر اتر آیا ہے۔ اسکا جواب اس کے سوا ہم کیا دے سکتے تھے کہ

بدم گفتی وخور سندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

ان گالیوں کا نقل کرنا بھی ہم جائز نہیں سمجھتے۔ چند نمونے تو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور ان کی کوئی تحریر سب وشتم سے خالی نہیں ہے۔ اس لئے سب کے جواب میں آئینہ عبرت پیش کر دیا کہ سب وشتم کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسلمانوں کو کافر بنانے والے مولوی کا عبرتناک انجام۔ آئینہ عبرت، رضا خانی حضرات غور سے پڑھیں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بارے میں شیخ صدیقی قریشی قادری صاحب پیلی بھیتی نے جو حضرت عالی جناب صوفی شاہ شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص مرید رشید ہیں۔ ماہ رجب ۱۳۴۳ھ کی ستائیسوں شب میں ذیل کا درد انگیز اور عبرت آموز خواب دیکھا ہے جس کو لیاقت مآب منشی امور الخیال صاحب بریلوی نے نظم کیا ہے اور صوفی محمد علی صاحب قادری بریلوی نے شائع کرایا ہے۔

اس خواب کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سر برہنہ پابرہنہ کھڑے ہیں۔سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی ہے۔صورت مسخ ہے۔چشم گریاں اور سینہ بریاں ہے بدن پر سانپ اور کنکھجورے لپٹے ہوئے ہیں۔مجسم قہر رب ہیں۔آگ کے گرزوں کے نشان ان کے جسموں پر موجود ہیں۔خواب دیکھنے والے نے خواب ہی میں مولوی احمد رضا خاں صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کیا حال ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ مالک کا غضب ہے۔یہ میرے اعمال بد کی سزا ہے۔میں نے اپنی زندگی میں خدا کے نیک بندوں کو برا کہا تھا جن (علماء دیوبند) کو میں نے کافر کہا تھا وہ سب جنت میں مکین ہیں ان پر انوار ربانی کا نزول رہتا ہے۔حور وغلمان ان کے خادم ہیں۔باغ رضوان ان کا گھر ہے۔کوثر وتسنیم سے وہ سیراب ہوتے ہیں اور میں ان تمام نعمتوں سے محروم ہوں۔اور تشنہ لب ہوں میں نے یہاں آکر جو اپنی فرد جرم دیکھی۔اس سے میری آنکھیں کھل گئیں۔فرد جرم میں میری بے شمار خطائیں ہیں اور کوڑیوں لقب،مفتری۔غدار۔مفسد حاسد،غاصب۔لعین۔کفرساز،ایمان فروش،خبیث باطن،بوالہوس،عیار،جھوٹا بے عمل بدعمل۔کافر پرست یعنی انگریزوں کو خوش کرنے والا،مبتلائے معصیت۔عیش وطرب کا عادی وغیرہ تحریر ہیں۔

مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا آسرا تھا مگر افسوس کہ میری رسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں مشکل ہے۔اس لئے کہ میں اپنی بے عملی کی وجہ سے اپنے آپ کو عبدالمصطفیٰ لکھا کرتا تھا۔میرے اس شرک کی وجہ سے شاہ عرب مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں۔دوزخ میں خدا کے اور بھی مردود بندے ہیں لیکن مجھ جیسا بدنصیب کوئی نہیں تمام دوزخ والے مجھ پر لعنت کرتے ہیں۔میں تنگ وتاریک سی ایک کوٹھری میں قید ہوں اور نت نئے تشدد اور سختیوں کا روز وشب نشانہ بنا ہوا ہوں۔اس پر طرّہ یہ کہ میری خودغرض اور لالچی اولاد بددین مریدین قبر پر چادر وغیرہ چڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے میری قبر پر عذاب نازل کیا جاتا ہے۔میں نے بارہا

اپنی حالت کو خواب میں ان کو دکھلا دیا مگر کسی نے کچھ پرواہ نہ کی۔ آپ سے ایک درخواست ہے کہ آپ ہی میرا یہ پیغام میری نا خلف اولاد اور پیروان بے ادب کو پہنچا دیں۔ سنا دیں کہ میری تصانیف لغو تھیں۔ میرے عقیدے باطل تھے۔ اب ان لوگوں نے عمل کیا تو سب کے سب مردود ہو جائیں گے۔ میں نے جاہ و حشمت کیلئے بدعتیں گڑھی تھیں۔ اگر اب بھی تم کسی کو برا کہو گے تو تم پر بلائیں نازل ہوں گی۔ خدا کے قہر و غضب کی بجلیاں گریں گی چہرے کالے ہو جائیں گے برا کہنے والی زبان سڑ جائیگی۔ کوئی تم میں برص میں مبتلا ہوگا، کوئی کوڑھی ہوگا اور باؤلے کتے کی طرح سے دیوانہ وار ادھر ادھر بیقرار ہو کر پھریگا۔ بجز توبہ کے کوئی تدبیر اور دوا کارگر نہ ہوگی۔ اگر میری اولاد اور میرے مرید توبہ نہیں کریں گے تو وہ ازلی بدنصیب ہوں گے نار دوزخ ان کو نہیں چھوڑے گی میں آپ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں۔ آپ کے پیر طریقت بڑے عالی مقام ہیں کیا عجب ہے کہ ان کے صدقے میں میری بخشش ہو جائے۔

شاہ جی حضرت محمد شیر تھے امی عجب — عالم علم لدنی واقف اسرار رب
صاحب کشف و کرامت ناظر انوار حق — ہادئ راہ طریقت عاشق محبوب رب
ان کے ادنیٰ ایک خادم اور مرید باصفا — شیخ صدیقی، قریشی، قادری عالی نسب
جنکی خدمت میں رہا کرتا ہوں حاضر ایکدن — تھا دوشنبہ یا سہ شنبہ آخری ماہ رجب
میں جو پہنچا دیکھا میں نے انکو عادت کے خلاف — دم بخود خاموش بیٹھے ہیں بصد رنج و تعب
خدمت عالی میں میں نے دست بستہ عرض کی — آج ہیں حضرت پریشاں خیر تو ہے کیا سبب
بھر کے آہ سرد بولے دل نہیں قابو میں آج — ایسا عبرتناک میں نے خواب دیکھا پچھلی شب
کل جو روزہ تھا ہزاری رات بھر جاگا کیا — آخر شب سونے لیٹا نیند لیکن اب نہ تب
کچھ یونہی جھپکی سی آئی دیکھا وہ منظر عجب — دل کے ٹکڑے ہوگئے تھے آنکھ لگ جانا عجب
مولوی صاحب کو دیکھا پا برہنہ ہیں کھڑے — ننگے سر ہیں بال بکھرے مسخ صورت خشک لب
چشم گریاں سینہ بریاں زخم خوردہ چور چور — کنکھجورے سانپ لپٹے تھے مجسم قہر رب

گرز ہائے آتشیں کے جسم عریاں پر نشان
پوچھا میں نے کیا ہوا یہ، بولے مالک کا غضب
کیوں ہوا رو کر کہا اعمال بد کی ہے سزا
ہے خدا کا قہر مجھ پر ہے خودی اس کا سبب
میں خدا کے خاص بندوں کو سمجھتا تھا برا
بویا جو دنیا میں تھا میں کاٹتا ہوں اس کو اب
ناخلف اولاد میری خود غرض میرے مرید
اس ہلاکت کے ہیں باعث موجب رنج وتعب
کس قدر بدذات ہیں، مفسد فریبی لعنتی
پیٹ پالو بے حیا دنیا کے کتے بے ادب
ہائے دھوکہ دیکے مجھ کو جھوٹے فتوے لے لئے
رنڈیوں کے مال مارے کر لئے چندے غصب
جسکو میں کافر تھا کہتا ہیں وہ جنت میں مکیں
انتہا کی ان پہ شفقت اور محیط انوار رب
حور و غلمان انکے خادم باغ رضواں ان کا گھر
ہیں ڈٹے کوثر پہ سب محروم ہوں میں تشنہ لب
کھل گئیں آنکھیں جو دیکھی آ کے اپنی فرد جرم
درج ہیں لاکھوں خطائیں کوڑیوں میرے لقب
مفتری، غدار، مفسد، حاسد و غاصب لعین
کفر ساز، ایماں فروش وخبث باطن بے ادب
بوالہوس عیار جھوٹا بدعمل کذاب اور کافر پرست
مبتلائے معصیت اور عادیٔ عیش وطرب
تھا شفاعت کا مجھے لے دے کے باقی آسرا
پر رسائی آپؐ کے دربار میں مشکل ہے اب
کیونکہ میں لکھتا تھا بے علمی سے عبدالمصطفیٰ
ٹھہرا مشرک ہو گئے برگشتہ خود شاہ عرب
اور بھی مردود ہیں لیکن نہ مجھ سے بدنصیب
کر رہے ہوں جس پہ لعنت دوزخی بھی سب کے سب
تنگ اور تاریک سی اک کوٹھری میں قید ہوں
نت نئے جور و تشدد سختیاں ہیں روز وشب
اس پہ طرّہ خود غرض اولاد میری لالچی
جانشیں سب سے بڑا بدذات پاپی بے ادب
فاتحہ کے حیلہ سے خود کھائے مرغی کا پلاؤ
گڑگڑائے دوسرا پھیلائے گردست طلب
سوڈا واٹر اور پھریری دال بگھری ماش کی
گوشت خصی بکرے کا ہو جو مرغن سب کا سب
چادریں چڑھواتے ہیں بددین میری قبر پر
انکے کارن ٹوٹتے ہیں مجھ پہ یہ قہر وغضب
بارہا میں نے دکھائی اپنی حالت خواب میں
ہے شکم پرور جو میری ناخلف اولاد سب
کچھ توجہ تک نہ کی آپ اتنا کیجئے
آپ ہی پیغام میرا یہ سنادیں سب کو اب
چار دن کی زندگی ہے، موت ہے سر پر کھڑی
قبر کھولے منہ پڑی ہے غافلو کیسا غضب
صاف کہتا ہوں میں سن لیں اور عمل اس پر کریں
بدنصیب اولاد میری پیروان بے ادب

لغو تصنیفات تھیں باطل عقیدے تھے مرے گر کیا ان پر عمل مردود ہو گے سب کے سب
بدعتیں میں نے گڑھی تھیں جاہ و شہرت کیلئے علم والا جانتا تھا مجھ کو جاہل بے ادب
آنے والی ہیں بلائیں بدزبانو بے پناہ بجلیاں قہر وغضب کی بس گریں گی تم پہ اب
مت برا کہنا کسی کو یاد رکھنا یہ مثل باادب ہے بانصیب و بےنصیب و بے ادب
چہرے ہو جائیں گے کالے اور زبان سڑ جائیگی مبتلائے برص ہوگا کوئی کوڑھی بے ادب
(حشمت علی)

باؤلے کتے کی صورت وہ پھریں گے دیوانہ وار کارگر کوئی دوا ہوگی نہ ان پر بجز توبہ اب
توبہ سے بھی گر رہے محروم ازلی بدنصیب یہ سمجھ لیں نار دوزخ چھوڑتی ہے انکو کب
گڑگڑا کر پھر کہا ہوتا ہوں رخصت والسلام بس دعاء مغفرت کی آپ سے بھی ہے طلب
آپ کے پیر طریقت ہیں بڑے عالی مقام انکے صدقے میں مری ہو جائے بخشش کیا عجب
پوچھا میں نے کون تھے وہ بولے حضرت چپ رہو جن کو عالم تھے سمجھتے چند جاہل بے ادب
نام کیا میں ان کالوں ہے پردہ پوشی کے خلاف اور شریعت میں منع ہے متفق ہیں اس پہ سب
مت گڑے مردے اکھیڑو خاک ڈالو بھول جاؤ مانگو بخشش کی دعا ہوتا کہ اس پر فضل رب
بعد اسکے عاجزی کے ساتھ یوں کہنے لگے میرے مالک میرے خالق میرے مولا میرے رب
مانا وہ خاطی بھی تھا بدکار و مجرم روسیاہ ہے خطاؤں پر پشیماں جرم سے اقرار اب
یا الہ العالمین صدقہ رسول پاک کا از طفیل انبیاء واولیاء غوث وقطب
بخش دے اسکی خطائیں درگزر کر چھوڑ دے آب رحمت سے بجھادے آتش قہر وغضب
ننگے سر ہے پا برہنہ جسم عریاں خوں فشاں اپنے دامن میں چھپالے میرے آقا اس کو اب
گالیاں دیں جس کو اس نے اور کافر تک کہا اس کا یہ حال زبوں معلوم ہوگا ان کو اب
درگذر وہ بھی کریں گے اے خدا تو بخش دے میرے مولا تیرے بندے ہیں غنی وہ سب کے سب
بعد اس کے آپ نے فرمایا بہتر ہے یہی چاہئے سب کو کریں بس توبہ واستغفار اب
جو سنے اس خواب کو ہے اس پر واجب دوستو اس بیچارے کیلئے وہ بھی کرے بخشش طلب
جب مسلماں صاحب باطن کریں گے بالیقین بس دعاء مغفرت اس کیلئے بھی روز وشب

(۲۸ رجون ۱۷ء ۱۰ بجکر ۳۰ منٹ دن)

اس خواب نامہ، کے بعد رضا خانی مناظرین کس قدر اچھلے کودے اور گالیوں کا طومار

بھیجا اور علماء حق کی شان میں کیا کچھ نہ لکھ کر بھیجا۔ وہ نا قابل تحریر ہے۔ البتہ ایک تحریر کا ذکر از بس ضروری معلوم ہوتا ہے جو علماء دیوبند کی طرف سے رضا خانی علماء کے پاس بھیجی گئی۔ چونکہ اس تحریر میں خانصاحب فاضل بریلوی کے حوالہ سے پوچھا گیا ہے کہ اس طرح کی گستاخیاں بارگاہ صمدیت میں کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟ خاں صاحب اپنی ہی تحریر سے کافر ہوئے یا نہیں؟ اس پر جو بوکھلاہٹ اور سراسیمگی رضا خانی کیمپ میں طاری ہوئی وہ احاطہ تحریر میں نہیں لائی جاسکتی۔ پہلے ناظرین تحریر کے چند اجزاء ملاحظہ فرمائیں۔

تمام مسلمانوں کے نزدیک وہ شخص کافر ومرتد اور جہنمی ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی شان میں گستاخی کرے اور اس کی ذات پاک کیلئے کوئی عیب یا نقصان ثابت کرے لیکن رضا خانی مذہب میں ایسا شخص مسلمان ہے اس کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے، ہلاکت میں پڑنا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت بانیٔ رضا خانیت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے متعلق کوکبۂ شہابیہ ص ۱۱ پر لکھا ہے۔

اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو لازم وضروری نہ جانا اور معاذ اللہ اس کا جہل ممکن مانا پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں۔ یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں کوئی حرج نہیں، اور اسی کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں۔ اسمیں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات کیلئے ہے جس میں کھانا، پینا ،سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا۔ چلنا ڈوبنا۔ مرنا سب کچھ داخل ہے۔

پھر اسی کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

اس قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کیلئے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ کیلئے سونا۔ اونگھنا بھکنا۔ جورو بیٹا۔ بندروں سے ڈرنا، کسی کو اپنی بادشاہی میں شریک کر لینا، ذلت وخواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ سب کچھ روا ہے۔

ان تمام کفریہ عبارات کو ملاحظہ فرمائیں۔ خدا کی شان پاک میں کوئی گندی سے گندی گالی ایسی نہیں ہے جو خانصاحب نے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ

کی طرف منسوب کر کے نہ لکھی ہو گویا شہید مرحوم ان کے نزدیک بیک
وقت ان تمام جرائم کے مرتکب تھے۔لیکن بایں ہمہ یہی خان صاحب تمہید
ایمان صفحہ ۴۳ پر انھیں شہید مرحوم کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔
اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

نیز اسی کتاب تمہید ایمان کے صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں۔

علماء محتاطین انھیں (اسماعیل دہلوی) کو کافر نہ کہیں یہی جواب ہے وفیہ الصواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھوالمذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسداد۔یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی پر فتوی ہو اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد، اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت، خانصاحب کی مذکورہ بالا عبارات کو ملانے پر نتیجہ صاف یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ خدا کی شان پاک میں ناپاک گالیاں بکنے والا العیاذ باللہ اس کو جھوٹا اور جاہل کہنے والا اس کیلئے جورو بیٹا ثابت کرنے والا اسے صفات مخلوقین سے متصف کرنے والا وغیرہ وغیرہ مسلمان ہے اسکو کافر کہنا احتیاط کے خلاف سلامتی اور استقامت کے منافی ہے۔بیشک بیشک یہی وہ دین ومذہب ہے جو خانصاحب کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

مذاہب عالم کے لٹریچر کا مطالعہ کر جایئے اقوام عالم کے کتب خانے دیکھ ڈالئے کسی دین ومذہب میں یہ چیز نہ ملے گی۔یہ خاں صاحب اور ان کے متبعین کی خاص چیز ہے کہ بارگاہ صمدیت میں گالیاں بکنے کے باوجود شرک کا اقرار کرنے کے باوجود، مخلوق کی صفات کو خالق میں ثابت کرنے کے باوجود کافر ومشرک نہیں ہوتے۔

آپ سے گزارش ہے کہ خاں صاحب کے سر سے کفر وشرک کا بوجھ اتاریئے۔(۲۸/جون ۲۰۰۱ء)

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ خانصاحب ان کفریات کی دلدل سے کیسے نکل سکتے ہیں اور ان کے متبعین ان کو کفر وشرک سے کسطرح پاک وصاف کر سکتے ہیں۔چنانچہ جب رضاخانیوں کو فرار کا کوئی راستہ نہ ملا تو ایک نئی بحث چھیڑ کر خانصاحب کو بچانے کیلئے حرکت

مذبوحی کرنے لگے۔ رضاخانیوں نے کہنا شروع کردیا کہ خانصاحب پر کفر فقہی عائد ہوتا ہے یا کفر کلامی؟ غور تو فرمایئے کہ صاف اقرار ہے کہ کفر تو ہے لیکن وہ کونسان کفر ہے جس کا نام بھی لیا جائے گا اس پر کٹ حجتی کر کے خان صاحب کو بچانے کی کوشش کریں گے کفر کلامی کہیں تو بغل بجائیں کہ لو جان چھوٹ گئی۔ کفر فقہی کہیں تو رضا خانی اصرار کریں کہ کفر کلامی ہے۔ بہرحال کفر کی دلدل سے نہیں نکل سکیں گے۔

اس لئے رضاخانیوں نے کفر کلامی اور کفر فقہی کی بحث چھیڑ دی۔ جس طرح اس سے پہلے تعریفات میں الجھ الجھا کر زیر بحث موضوعات سے گریز کرتے رہے ہیں۔ اس لئے حضرت مولانا سید ارشاد احمد مبلغ دارالعلوم سابق نے ایک مختصر جواب بھیج دیا وہ یہ ہے۔

کفر فقہی اور کلامی کی تقسیم سے آپ کے اعلیٰ حضرت بریلوی کفر وارتداد کے گرم حمام سے نکل نہیں سکتے۔ اسلئے کہ جس ذات گرامی حضرت امام شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ پاپڑ بیلا ہے وہاں یہ تقسیم نہیں چل سکتی کیونکہ خانصاحب بریلوی کا یہ اقرار ہے کہ حضرت امام شہیدؒ نے خدائے برتر کی توہین، انبیاء اولیاء علیہم السلام کی توہین اور حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین کی ہے اور دیگر ضروریات دین کے انکار کا مرتکب گردانا ہے اور کہا ہے۔

انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں ہے۔ ان کو کفر فقہی اور کلامی کے سہارے کافر نہ کہنا نہ صرف یہ کہ صراحۃً کفر ہے بلکہ اپنے ایمانی تابوت میں کفر وارتداد کی میخ ٹھوکنے کے مرادف ہے۔

اولیاء وشہداء کو گالیاں دینے والے اور اس کے رسول کو گالیاں دینے والوں پر یہ قہر خداوندی نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ اور آپ کے بڑے کفر وارتداد کی دلدل سے کسی طرح نہیں نکل سکتے۔ نکالے بھی جائیں تو نہیں نکل سکتے۔

سنبھل کر پاؤں رکھنا دشت خار میں مجنوں۔ (۲۸ر جون ۲۰۰۱ء)

چونکہ خانصاحب بریلوی آنجہانی اپنی کفریہ عبارتوں اور حضرت امام اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی صاف وصریح عبارتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے کفر وارتداد میں لت پت ہو چکے ہیں اس لئے رضا خانی مناظر غچے کھا رہے ہیں کہ اب کونسی تدبیر کریں اور مرنے

کے بعد ہی سہی کفر و شرک کے بدنما داغوں کو ان کے دامن سے صاف کر دیں۔ لیکن یہ کیوں کر ممکن ہے۔ چنانچہ جھنجھلا کر یہ تحریر بھیجی۔

کفر فقہی اور کفر کلامی سے متعلق گیارہ سوالات قاہرہ آپ کے اوپر سوار ہیں آپ نے ان کا جواب تو دیا نہیں اور ایک چیتھڑا بھیج دیا۔ ان سوالوں کا جواب دیجئے تب فائدہ دیکھئے جواب دینے کے تصور سے فشاء چھوٹ رہا ہے پہلے ان سوالوں کا جواب دیجئے پھر لب کشائی کی ہمت کیجئے گا۔ مگر آپ نے ایک عبارت بے سمجھے لکھ ماری تو اس سے متعلق بھی چند سوالات سن لیں جو آپ کے دل کی گرہ کھول دیں گے۔

(۱) ذکر کردہ عبارت کی تصحیح نقل کریں۔

(۲) صریح تبیین اور صریح متعین میں کیا فرق ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت کی جن عبارتوں میں لفظ صریح آیا ہے کیا وہاں متعین بھی ہے؟

(۴) انصاف اور احتیاط کی تعریف کریں اور بتائیں کہ ان میں نسب اربع میں کون سی نسبت ہے؟

(۵) تاویل کے کیا معنی ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۶) منجی عن الکفر کون سی تاویل ہے؟

(۷) احتمال کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر قسم کی تعریف کرو اور ان کے شرعی احکام بیان کرو؟

(۸) اگر آپ نے ان سوالوں کا جواب دیدیا تو دنیا دیکھ لے گی کہ حمام میں کون بند ہے؟

واضح رہے کہ اگلے اکسٹھ اور پچھلے آٹھ کل ملا کر انہتر ۶۹ ہوئے۔ دیکھئے سوالوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے۔ (۲۸/ جون ۱۹۷۱ء)

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ رضا خانی کس قدر بدحواس اور آتش زیر پا ہیں۔ بیہودہ الفاظ استعمال کرنا تو ان کا شیوہ ہے۔ کفر چونکہ ثابت شدہ ہے اس لئے فرار کا راستہ ڈھونڈھنے میں پریشان ہیں۔ اس کے باوجود کہ یہ بحث بالکل فضول اور غیر متعلق ہے۔ یہ سوچ کر سوالات کے جوابات دیئے گئے کہ ان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی رہے۔

علامہ ٹانڈوی مرحوم نے ان سوالوں کا پوسٹ مارٹم اس طرح کیا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

اس مناظرہ میں ہم کو آپ کے بڑے خانصاحب کے اصالۃً کفر سے بحث مقصود ہی نہیں کہ کفر فقہی اور کلامی کی بحث چھیڑی جائے بلکہ کتاب وسنت کے خلاف جو چیزیں موجود ہیں۔ان کو پیش کرنا ہے کہ وہ سنت سے کتنی دور حتیٰ کہ ان کی سنتیں معاف پھر بھی سنی کا دعوی کہیں اگر خود ان کے اقرار سے کفر لازم آجائے وہ ایک ضمنی چیز ہے۔اصل بحث کو چھوڑ کر ضمنی بحث کرنا جواب سے عجز کا اعتراف اور راہ فرار اختیار کرنا ہے چیتھڑا جس غرض سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے اس کو تو آپ خود ہی سمجھتے ہیں کیا۔اشک شوئی مقصود ہے۔جس سوال کے جواب میں آدمی عاجز ہو جائے اس کو چیتھڑا کہنا خود ہی غور کرلیں کہ کن جذبات کی غمازی کرتا ہے۔آپ بھی انشاءاللہ جانتے ہوں گے۔

اب اس کی روشنی میں اپنے آٹھوں سوالات کو دیکھئے۔

(۱) عبارت کی تصحیح کس مقصد کیلئے چاہتے ہیں؟

(۲) اتنا فرق آپ بھی نہیں جانتے جو تبیین وتعیین میں فرق ہے۔وہی صریح متبین اور صریح متعین میں فرق ہے۔

(۳) اپنے اعلیٰ حضرت سے پوچھئے جس عبارت کو حسام الحرمین میں صریح کہہ کر وتصریح کہہ کر حفظ الایمان کی طرف منسوب کیا ہے وہاں انہوں نے صریح وتصریح کے کیا معنی مراد لئے کہ اس میں لکھا ہے کہ (جیسا علم) حالانکہ یہ لفظ حفظ الایمان میں کہیں موجود نہیں۔ساری رضا خانی پادری پنچایت کر کے بیٹھی اور اس کو ثابت نہ کرسکی۔ان سے پوچھئے کہ یہاں تصریح کے کیا معنی ہیں؟ جس کو آج تک ثابت نہیں کیا جاسکا۔

(۴) تعریفات جرجانی سامنے رکھ لیجئے،اس کے بعد تعریفات پوچھتے رہئے۔غالباً کفریات سے آپ کو فراغت ہوگئی ہے۔جو تعریفات پر پہنچ گئے۔مصالحہ دال دلیا ختم۔نسب اربعہ سے آپ کی کون سی نسبتیں مراد ہیں اور آپ کو بھی کوئی نسبت حاصل ہے یا نہیں؟ چشتی قادری نقشبندی، سہروردی اور اگر منطقی نسبتیں مراد ہیں تو اپنے خانصاحب سے پوچھئے جب انہوں نے مولود میں بندر کو قیام کرتے دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ بندر تھا

وہابی نہیں تھا۔یعنی بندر قیام کرتے ہیں۔وہابی اور بندر میں تباین کی نسبت تو قائم کردی۔رہا خاں صاحب کی نسبت اس سے باقی رہ گئی تساوی ہو یا عموم خصوص مطلق یا عموم خصوص من وجہ۔بہر حال اجتماع ثابت ہے۔الله الصمد۔غیظ وغضب کا یہ عالم کہ بندر کے ساتھ نسبت قائم کرنے کیلئے تیار۔دیوبندیہ یا وہابیہ سے انکار۔

کونوا قردۃً خاسئین.

(۵) یہاں اس کا کیا تعلق؟

(۶) پہلے قسمیں معلوم ہوں تو تعیین کیا جائے؟

(۷) جتنی دماغ میں قوت ہو؟

(۸) کس کے دماغ میں؟ آپ کے دماغ میں جتنی قسمیں ہوں ان کی تعریف میں کیا کروں۔اگر اپنے دماغ کی قسموں کو بتاؤں تو آپ کے لئے برداشت مشکل ہے۔الحاصل ۶۹ سوالات کے جواب پورے ہو گئے۔تمام کے داخل خارج کا مسئلہ بعد کا ہے۔(۲۸/جون ۱۹۷۱ء)

۲۸/جون کی مناظرانہ تحریروں کے یہ نمونے ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کردیئے ہیں۔یہ نمونے بھی وہ ہیں جو کسی زاویہ سے قابل التفات ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر طرح سے وہی باتیں دہرائی گئی ہیں جو گذشتہ دنوں تحریر میں آچکی ہیں کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ رضاخانیوں کی پھکڑ بازی اور گالی گلوچ میں اضافہ ہوگیا ہے۔صرف دو سطریں جو تحریر کی ابتداء میں لکھی گئی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی تحریر سے ظاہر ہے کہ ہمارے گیارہ سوال آپ کی سمائی سے اتنے بھاری ہیں کہ آپ کو بار بار شکایت ہوتی ہے کہ خارج ہی رہ گئے۔ظرف میں وسعت پیدا کیجئے اور ہضم کرنے کی کوشش کیجئے (۲۸/جون ۱۹۷۱ء)

دیکھا آپ نے کس طرح گالیاں دی گئی ہیں۔بھلا ان گالیوں کا جواب کوئی شریف آدمی کیسے دے سکتا ہے وہ تو زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا ہے۔عفاک الله نکو گفتی۔چنانچہ ہم نے بھی کیا اور گالیاں سنکر خاموش رہے اور ہدایت کی دعائیں دی۔اس لئے ۲۸/جون کی انہی چند تحریروں پر ہم اکتفاء کرتے ہوئے ۲۹/جون ۱۹۷۱ء کی تحریروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں

آج کی بھی جو تحریریں کسی زاویئے سے مفید نظر آئیں گی ہم وہی نقل کریں گے اور جو تحریریں بکواس، ہرزہ سرائی اور گالی گلوچ پر مشتمل ہوں گی ان کو ہم نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کی تحریریں از اول تا آخر داستان پارینہ ہیں اور فرار کے راستوں پر مشتمل ہیں۔ مناظرہ جس طرح ۲۵ رجون سے جاری ہے۔ اس میں کسی طرح کا خلل ڈالنا یا اس میں ایک دوسرے کو زبانی بالمشافہ مناظرہ کا چیلنج دینا کھلی ہوئی ہزیمت اور شکست فاش ہے۔ رضا خانی مناظرین نے ہر چند تدابیر اختیار کیں اصل موضوع سے ہٹ کر غیر متعلق موضوعات اٹھائے لیکن ان کا ایسا بھرپور جواب دیا گیا جو اٹھاتے نہ بنا۔ آخر تحریروں سے تنگ آکر زبانی مناظرہ کا چیلنج دیدیا تاکہ امن وامان خطرہ میں پڑ جائے اور بلوہ وفساد کا سہارا لے کر دامن چھڑا لیا جائے پھر اپنی فتح وکامیابی کا بگل بجا کر جشن فتح منانے کا اعلان کر دیا جائے چنانچہ رضا خانیوں نے اپنی دو تین تحریروں میں ایسی اشتعال انگیزی کی کہ دونوں فریق آمنے سامنے آکر زبانی سب وشتم کرنے لگیں اور مناظرہ کا مار پیٹ پر اختتام ہو۔ چنانچہ ہمارے اسٹیج پر موجود علماء کو نام بنام بلانے کی ضرورت نہیں تھی ملاحظہ فرمایئے۔

> باہر سے آنیوالے کرائے کے مولوی ارشاد احمد مبلغ دیوبند، نور محمد ٹانڈوی وغیرہ کو سامنے لایئے۔ دور سے ناوک نہ چلایئے (۲۹ رجون ۷۱ء)

یہ ہے نئے مناظرہ کا چیلنج اور شکست وہزیمت کا کھلا ہوا اعلان۔ چنانچہ ہم نے اس تقریری مناظرہ کا چیلنج بھی حسب سابق قبول کر لیا۔ اور ازسرنو زبانی مناظرہ کے شرائط، مقام اور مناظرہ کی تعیین کی کہ اسکے موضاعات کیا ہوں گے اور مناظر کون کون ہوں گے۔

اس مختصر تحریر نے ایک بار اور بوکھلاہٹ پیدا کر دی۔ اور ہمارے اوپر یہ الزام عائد کرنے کی ناروا جسارت کی گئی کہ ایک نئے مناظرہ کا چیلنج ہم نے کیا ہے۔ جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ رضا خانی قانون کی گرفت سے بچے رہیں اور نقض امن کی ساری ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہو جائے۔ دراصل فرار کیلئے بدامنی ہی بہترین تدبیر ہے جس کو اپنانے کیلئے رضا خانی بیقرار ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

> آپ نے پھر مناظرہ کا چیلنج دیا اور اپنی گھاؤ کا خیال نہ کیا تو بسم اللہ کل آ جایئے ضرورت سمجھئے تو اپنے حامیوں (ارشاد، نور محمد، کلیم اللہ، منظور الحق وغیرھم جن کو آپ نے مدد کیلئے بلایا ہے) کو ساتھ لایئے۔

دور سے ناوک چلانا عورتوں کا کام ہے
مرد میداں بن کے نکلو فیصلہ ہوجائیگا
موضوع، شرائط، مقام، بقیہ ساری تفصیلات طے ہو جائیں گی۔ ہمیں آپ
کی خاطر کرنی ہے۔ (۲۹؍جون بوقت شب ۲ بجکر ۳۵ منٹ)

دیکھا آپ نے ''صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں'' مناظرہ سے گریز بھی ہے اور گریز بھی نہیں۔ ہم نے اس عبارت کے جواب میں طول وطویل تحریر بھیجنے کے بجائے صرف یہ لکھا کہ مناظرہ ہم سے اور مولوی محمد صدیق سے ہو رہا ہے۔ اگر آپ میں جرأت ہو تو شرائط طے کر کے ہم دونوں آمنے سامنے ہو جائیں۔ جب وہ شکست تسلیم کرلیں گے تو دوسرے مناظر طے ہوں گے۔ ہم تو یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جن کرائے کے مولویوں سے یہ مناظرہ ہو رہا ہے۔ صدیق صاحب آپ تو اس کو پڑھ کر سنانے کے بھی اہل نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو اپنے پرچوں کو آپ سنائیں اور میں اپنے پرچوں کو سنانے اور ان کی تشریح کرنے کیلئے مستعد ہوں۔ لیکن ایسا کیوں کر ممکن تھا۔ یہ بات تو میں نے مناظرہ کے پہلے دن ۲۵؍جون کو زبانی اور تحریری طور پر کہی تھی اور مولوی صدیق منہ چھپا کر بیٹھ گئے اور اپنے کرائے کے مولویوں کے ذریعہ سے مناظرہ بازی شروع کر دی اور اب ناک میں دم آ گیا تو فرار کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ بالآخر ہم نے یہ تحریر ارسال کی۔

پہلا چیلنج آپ کی طرف سے تھا۔ آپ نے اس کو منظور کرانے کیلئے جتنی تدبیریں امکان میں تھیں وہ اختیار کیں۔ ہم نے منظور کیا۔ رجسٹریشن ہو گیا مگر آپ اس کے حدود سے نکل کر بار بار قانون شکنی کرتے رہے اور ہم کو بھی ابھارتے اور طعنہ دیتے رہے۔ دلخراش اور اشتعال انگیز فقرے لکھتے رہے مگر ہم نے قانون کی پابندی کی اور لاقانونیت کو پسند نہیں کیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ نے ہمارے اکابر کا نام لیکر چیلنج کیا۔ حالانکہ شرائط مناظرہ میں اس کا تذکرہ تک نہیں آپ کی لاقانونیت سے متاثر ہو کر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی اور حکام ضلع نے اشتعال انگیز باتوں سے باز رہنے کی ہدایت کی اس کے باوجود آپ باز نہیں آئے۔ آپ کی لاقانونی تحریرات میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ اب پھر آپ ہمارے علماء کو نامزد کر کے چیلنج

کررہے ہیں اور گذشتہ رجسٹریشن کو ختم کراکے ازسر نو موضوع شرائط، مقام، طریقہ، بقیہ ساری تفصیلات طے کرنے کی دعوت دے رہے ہیں لہٰذا ہم حاضر ہیں۔

لہٰذا جدید رجسٹریشن سے پہلے ہماری طرف سے کوئی پرچہ نہیں جائے گا کیونکہ ہم آپ کا چیلنج منظور کرتے ہیں۔ آپ کو بھی اس کی پابندی لازمی ہے۔ پس اس سے قبل طرفین کی تحریرات لاقانونی قرار دیجائیں گی۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ کا فرار ہوگا اور آپ کی شکست سمجھی جائے گی۔

لہٰذا موضوع، شرائط، مقام طریقہ اور بقیہ ساری تفصیلات طے کیجئے اور رجسٹریشن کرائیے۔ (۲۹ر جون ۱۷ء ۸ بجکر ۴۵ منٹ دن)

اس تحریر کے جواب میں ہفوات پر مشتمل رضا خانیوں نے ایک سو چھ سوالات بھیجے۔ ہم نے ان کا مکمل جواب دے کر ایک سو دس سوالات ان پر مسلط کردیئے اور ان کے جوابات سے وہ اس طرح بلبلائے کہ ننگا ناچ شروع ہوگیا اور بھاگنے پر مستعد ہوگئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے سوالات نقل کردیں۔

الحمد للہ آپ کے تمام سوالات کے جوابات دیئے جاچکے ہیں اور آپ کے دانت کھٹے ہوچکے ہیں۔

اور اب بغلیں جھانکنے لگے ہیں لو اب تو ۵۱۔۵۲ پہنچ گیا۔ اب تو طبیعت مطمئن ہوگئی ہوگی۔ ایک لمبی فہرست تھامئے اور پونچھ پانچھ کر جواب لکھئے۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین۔

(۲) شہادت رسل کا انکار۔

(۳) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کفار کی حکومت۔

(۴) حضرت عبدالرحمٰن قاری کی تکفیر۔

(۵) آپ کے اعلیٰ حضرت کی شیطان کے ساتھ حقہ نوشی۔

(۶) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے قبر انور میں نعوذ باللہ شب باشی اعتراض شب باشی کے عامیانہ لفظ پر ہے۔ کیا آپ کے پاس اس سے اچھے الفاظ نہ تھے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا ذکر کیا جاتا۔

(۷) سید محمد کچھوچھوی حشمت علی کے فتوی سے کافر ہوگئے اور جماعت رضاخانی کچھوچھوی کی پیروی کی کافر ہوگئی۔ اب اللہ الحفیظ تو جانیں۔ (نوٹ) اس خاص موضع بجھن کی ذات کی ہنگامہ آرائی کے اصل بانی مظفر حسین صاحب کچھوچھوی جو سازش قتل ایم دفعہ ۵۳ء میں ماخوذ ہیں ان کے یہ خاص بزرگوار تھے۔

(۸) حشمت علی حشمی نے کوا کی چار قسمیں کی ہیں ایک حلال ایک مکروہ۔ یہ حلال آپ لوگ کھاتے ہیں۔ اگر نہیں کھاتے تو حشمی صاحب کو کیا جواب دیتے ہیں۔

(۹) خاں صاحب بریلوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا مقابلہ ابلیس لعین کے علم سے کیا ہے اور لکھا ہے۔ ابلیس لعین کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز وسیع تر نہیں۔ یعنی بہت زیادہ وسیع نہیں۔ پڑھا لکھا کیا سمجھتا ہے۔

(۱۰) آپ کے اعلیٰ حضرت نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کر کے اپنی روسیاہی کا جو سامان فراہم کر لیا ہے وہ بلا توبہ مرے ہیں۔ محبوب علی مرتب کی توبہ سے ان کی نجات کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر فقہ میں کوئی مسئلہ اس قسم کا ہے تو پیش کیجئے۔

(۱۱) عرب مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں مسلمان حکومت ہے یا کافر کی؟

(۱۲) حرمین شریفین زادہ اللہ شرفاً وتعظیماً میں جو امام مقرر ہیں آپ لوگ (رضاخانی) جب زمانہ حج میں جاتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یا نہیں اور ان ائمہ کے پیچھے جنہیں حکومت سعودیہ نے مقرر کیا ہے ان کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱۳) حرمین شریفین میں آپ جماعت کے ساتھ دنیا کے تمام مسلمانوں کے ہمراہ اگر نماز نہیں ادا کرتے بلکہ ٹیڑھی اینٹ کی مسجد الگ تعمیر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

(۱۴) مدینہ طیبہ میں صاحب گنبد خضریٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں یا نہیں؟

(۱۵) کیا سجدہ تعظیمی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جائز ہے یا نہیں؟

(۱۶) میلاد شریف کا قیام مروجہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ فرض ہے یا واجب یا سنت؟

(۱۷) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول ہوئی یا نہیں؟ اگر توبہ قبول ہے تو کتاب وسنت کی روشنی میں ثبوت لائیے۔ اگر قبول نہیں ہے تو کیوں کتاب وسنت سے دلیل پیش کیجئے؟

(۱۸) محبوب علی خان نے یہ بقول خود گستاخانہ اشعار کے ذریعہ (جو حدائق بخشش حصہ سوم میں چھپے ہیں) توہین کی ہے یا نہیں؟ اگر توہین کی ہے تو انہوں نے توبہ کی ہے یا نہیں؟

(۱۹) اس توبہ کی قبولیت کا کیا ذریعہ ہے، دلیل پیش کیجئے۔

(۲۰) محبوب علی خاں کی یہ توبہ حق العبد کے متعلق ہے یا حقوق اللہ کے متعلق؟

(۲۱) اگر یہ حق العبد ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کے حق کو معاف فرماتے ہیں یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیجئے۔

(۲۲) خانصاحب بریلوی نے الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے کہ خدا نے وعدہ فرمالیا ہے کہ میں حق العبد کو معاف نہیں کروں گا۔

(۲۳) جب حق العبد معاف نہیں ہوتا تو کیوں کر توبہ قبول ہوگی؟

(۲۴) آپکے اعلیٰ حضرت کے ارشاد کے مطابق، جب تک اس سے (عبد سے) معاف نہ کرائے صرف توبہ سے معاف نہ ہوں گے الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۴۴۔

(۲۵) ان حالات پر جب کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس دنیا میں نہیں ہیں تو ان سے معافی کیونکر ہوسکتی ہے اور وہ توبہ کیوں کر ہوسکتی ہے۔ جواب دو۔

(۲۶) پہلے تو ان اشعار کو قابل مواخذہ شرعیہ اور مقام مدح کے سراسر منافی قرار دیا پھر دوسری تحریر میں عیب شرعیہ سے پاک کہا تو کیا یہ خلل دماغی ہے اور تضاد بیانی حضرت ام المومنین کی قدرتی سزا ہے یا نہیں؟

(۲۷) جب آپ کے نزدیک نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم مالک الکل اور مختار کل ہیں تو اس سے شفاعت رسول کا انکار ہوا یا نہیں؟

(۲۸) شفاعت رسول کے انکار کی صورت میں کیا کسی کی مغفرت اور بخشش

ممکن ہے۔ آپ لوگ اپنے متعلق فیصلہ کیجئے۔

(۲۹) شفاعت دلیل محتاجگی ہے اور حاکیت و مالکیت استغناء اور بے نیازی ہے۔ کیا اس سے انکار ممکن ہے؟

(۳۰) شفاعت اور مالکیت ذات رسول میں ایک ساتھ کیوں کر ممکن ہے؟

(۳۱) اگر ممکن ہے تو خانصاحب بریلوی کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ جہاں محتاجگی نہ ہو خود اپنے حکم سے جو چاہے کر دیا جائے۔ شفاعت کی کیا حاجت؟

(۳۲) تو پھر بتلایئے شفاعت رسول کیساتھ مالکیت اور حاکیت کہاں رہ سکتی ہے؟

(۳۳) جو شخص شفاعت رسول کا منکر ہو وہ کافر ہے یا مومن؟

(۳۴) مضمون بالا کے مطابق تمام رضاخانیوں کا کیا مقام ہے اسکو واضح کیجئے؟

(۳۵) اگر کوئی شخص کنویں یا نل کے پانی کو کوثر اور زمزم کا پانی کہے تو وہ کافر ہے یا مومن؟

(۳۶) اگر کوئی شخص اپنے گھر اور شہر کے بنے ہوئے برتن کو یہ کہے کہ یہ جنت سے آیا ہے اور اس کو حور و غلمان نے سجایا ہے تو ایسا کہنے والا کافر ہے یا مومن؟

(۳۷) اگر اپنے گھر کے بنے ہوئے برتن میں رکھے ہوئے پانی کو کوئی یہ کہے کہ اسکے ایک قطرہ پینے سے جنت میں چلا جائے گا تو وہ مومن ہے یا کافر؟

(۳۸) اپنے شہر کے مٹی کے بنے ہوئے برتن میں جو پانی رکھا ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا ہر قطرہ ایمان کا موتی بنانے والا ہے تو کہنے والا مومن ہے یا کافر؟

(۳۹) اور اس برتن میں جو پانی ہے خضر علیہ السلام کا آب حیات یہ کہنے والا کافر ہے یا مومن؟

(۴۰) اور اس برتن کو جو اپنی سر پر رکھے گا اسکی مغفرت میں کوئی شک نہیں۔ یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

(۴۱) اگر کوئی یہ کہے کہ اس پانی سے حشر میں پیاس کا اندیشہ نہیں ہوگا تو یہ کفر ہوگا یا نہیں؟

(۴۲) اور یہ پانی حیات ابد کا موجب ہے تو یہ بھی کافر ہے یا نہیں؟

(۴۳) اگر کوئی شخص کسی کی قبر پر چڑھائی ہوئی چادر کے بارے میں کہے کہ جو شخص اس کو اپنے سر پر رکھے گا تو اس کی مغفرت ہو جائیگی اور بار عصیاں اتر جائے گا۔

(۴۴) تو سوال یہ ہے کہ کتاب وسنت میں مغفرت کے اسباب میں سے کسی قبر کی چادر کا اٹھانا بھی ہے؟

(۴۵) اگر ہے تو کہاں ہے؟

(۴۶) اور اگر نہیں ہے تو اس شخص کا ایمان باقی ہے یا نہیں؟

(۴۷) جو یہ کہے کہ یہ چادر گنہگاروں کو حشر میں چھپا لے گی تو کیا یہ ایمان کی بات ہے یا بے ایمان کی؟

(۴۸) اور جو اس چادر کے متعلق یہ کہے کہ حور و غلمان نے باغ جنت کی کلیاں چن کر بنائی ہیں تو اس سے ایمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟

(۴۹) اور جو یہ کہے کہ یہ چادر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ہے یا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی چادر ہے تو کفر ہے یا ایمان کی بات؟

(۵۰) کیا منکر نکیر فرشتے قبر میں مــن ربک، مـــا دینـک، مــن رسولک مردے سے ان سوالوں کے ساتھ چوتھا سوال بھی کریں گے؟

(۵۱) اگر کرینگے تو وہ چوتھا سوال کیا ہوگا اور اس کا ثبوت کتاب وسنت سے دیجئے؟

(۵۲) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ چوتھا سوال بھی کرینگے تو یہ کتاب وسنت کے خلاف ہے یا نہیں؟

(۵۳) اور وہ مومن ہے یا کافر؟ جو بھی ہو اس سے مطلع کریں۔

(۵۴) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جام کوثر کوئی دوسرا شخص پلائے گا تو یہ کفر ہے یا ایمان؟

(۵۵) حضرات صحابہ کرامؓ کی شان میں کوئی یہ کہے کہ وہ اعلیٰ بھی ہیں اور ادنیٰ بھی تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۵۶) صحابہ کرامؓ کو ادنیٰ کہنا یہ کفر ہے یا ایمان؟
(۵۷) صحابہ کرام کی توہین کرنے والا ادنیٰ کے لفظ سے یہ کفر ہے یا نہیں؟
(۵۸) اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کے زہد و تقوی کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شوق کم ہوگیا یا نہیں رہا تو یہ کفر ہے یا نہیں؟
(۵۹) صحابہ کرامؓ کی توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟
(۶۰) اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلی کھلی گالیاں دے تو وہ کافر ہے یا مومن؟
(۶۱) اور اگر کوئی ضروریات دین یا قرآن مجید کا انکار کرے تو وہ کافر ہے یا مومن؟
(۶۲) اور اگر کافر ہے تو اس کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے یا مومن؟
(۶۳) اور اگر ایسے شخص کو کافر نہ کہنے والے کو اگر کوئی شخص مومن سمجھے تو وہ مومن ہے یا کافر؟
(۶۴) اور اگر یہ کافر ہے تو کفر فقہی ہے یا کلامی؟
(۶۵) اگر فقہی ہے تو کلامی کیوں نہیں؟
(۶۶) کیا ان دونوں قسم کے کفر میں نقیضین کی نسبت ہے یا اتحاد کی؟
(۶۷) اور وہ کون سی چیزیں ہیں کہ جن پر کفر فقہی آتا ہے اور کفر کلامی نہیں؟
(۶۸) مہربانی کر کے ان دونوں کی تفصیل بیان کریں؟
(۶۹) کن چیزوں کے انکار سے کفر فقہی عائد ہوتا ہے؟
(۷۰) اور اگر کفر کلامی ہے تو فقہی کیوں نہیں؟
(۷۱) اور کن چیزوں سے کفر کلامی عائد ہوتا ہے؟
(۷۲) جب آپ کے نزدیک حضرت امام شہیدؒ ضروریات دین کے منکر اور رسول کو صریح صریح گالیاں دینے والے تھے معاذ اللہ
(۷۳) تو آپ کے اعلیٰ حضرت نے کافر کیوں نہیں کہا؟
(۷۴) تو ایسا شخص جو کافر کو بھی کافر نہ کہے تو وہ مومن ہے یا کافر؟ مطلع کرو۔
(۷۵) اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کو گالی دے اور کلمات ملعونہ سے یاد کرے۔

(۷۶) تو ان گالیوں اور کلمات ملعونہ کو بار بار چھاپنا اور ان کو پڑھنا اور لکھنا یہ کفر ہے یا نہیں؟

(۷۷) اگر کفر ہے تو آپ لوگ حضرت امام شہیدؒ کی گالیاں اور کلمات ملعونہ (جو آپ کے نزدیک ہیں) بابار ان کو چھاپنا پڑھنا اور اسکی اشاعت کرنے سے آپ لوگ کافر ہوئے یا نہیں؟

(۷۸) اگر کافر ہوئے تو آپ لوگوں کی اولاد ثابت النسب ہوئی یا نہیں؟

(۷۹) ایسا شخص جو اللہ اور رسول کو گالیاں دینے والا اور ضروریات دین کا منکر ہو تو اس کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟

(۸۰) اگر کوئی شخص محض افواہی شہرت توبہ کی بنا پر اس کو کافر نہ کہے تو وہ کافر ہے یا مومن؟

(۸۱) کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے یا کافر اور اگر کافر تھے تو کیوں؟

(۸۲) پھر ان کو مسلمان ماننے والے کافر ہیں یا مومن؟

(۸۳) مولانا ابوالکلام آزاد نے قران مجید کا ترجمہ کیا ہے یا اسلام اور مسلمانوں کی خدمات کی ہیں اور ان کی خاطر قربانیاں کی ہیں تو یہ سب خدمات کافرانہ ہیں یا مومنانہ؟

(۸۴) امام الہند مولانا آزادؒ کے ترجمہ کئے ہوئے قرآن پاک کا خریدنا، پڑھنا اور اس کی اشاعت میں حصہ لینا کفر ہے یا نہیں؟

(۸۵) کانگریس کمیٹی میں شریک ہونا اس کا ممبر بننا حرام ہے یا نہیں؟

(۸۶) جو لوگ کانگریس میں شریک ہوئے وہ مرتکب حرام ہوئے یا نہیں؟

(۸۷) اگر کوئی شخص جان بوجھ کر حرام کا ارتکاب کرے اور اس پر اصرار دواماً کرتا رہے تو ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟

(۸۸) اب سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے مسلمان لیڈر جو کانگریس یا اس قسم کی کسی دوسری سیاسی جماعت میں شریک رہے یا ہیں مثلاً رفیع احمد قدوائی، حافظ محمد ابراہیم ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خاں مرحوم مولانا حسرت موہانی مرحوم ڈاکٹر سید محمود، مسٹر فخرالدین علی احمد، یونس

سلیم، چودھری معین الحق وغیرہ مسلمان ہیں یا کافر؟

(۸۹) مولانا محمد فاخر الہ آبادی مرحوم اور ان کے بیٹے مولانا سید محمد شاہد فاخری سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل رحمۃ اللہ علیہ جو کانگریس کے مشہور لیڈر تھے اور جمیعۃ علماء ہند کے نائب صدر تھے۔ یہ آپ کے نزدیک مسلمان ہیں یا کافر؟

(۹۰) دارالعلوم ندوۃ لکھنو کے ارکان اور اس کے اساتذہ آپ کے نزدیک کافر و مرتد ہیں تو اس میں تعلیم حاصل کرنا ناجائز ہے یا جائز؟

(۹۱) مسٹر محمد علی جناح جو پاکستان کے بانی تھے انہیں آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں؟

(۹۲) مولوی حشمت علی کے فتوے کی رو سے وہ کافر تھے تو پاکستان کے سارے مسلمان وہ دیوبندی ہوں یا رضاخانی جو ان کو قائداعظم اور مسلمان مانتے ہوں وہ سب کے سب کافر و مرتد ہوئے یا نہیں؟

(۹۳) ایسی حالت میں پاکستان کے جتنے رضاخانی ہیں آپ کے نزدیک کافر و مرتد ہیں؟

(۹۴) اب سوال یہ ہے کہ پاکستان کے جتنے رضاخانی مدارس کے علماء ہیں انہیں تعظیمی القاب و آداب سے یاد کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۹۵) سردار احمد گرداس پوری جو رضاخانیت کے بڑے علمبردار تھے، مسٹر جناح کو مسلمان ماننے کی وجہ سے کافر ہو چکے تھے ان کی موت پر ہندوستان میں جو تعزیتی جلسے ہوئے اور رضاخانی مدارس میں تیجہ ہوا تو اسے کرنے والے کافر ہوئے یا نہیں؟

(۹۶) گرداس پوری کے اور دیگر پاکستانی علماء رضاخانیت کی اولاد ثابت النسب ہے یا نہیں؟

(۹۷) پاکستانی رضاخانی علماء جو حدیث و قرآن کا درس دیتے ہیں ان کا درس دینا اور دیگر اسلامی خدمت کرنا یہ کافرانہ ہے یا مومنانہ؟

(۹۸) بنگلہ دیش کے حصول میں جو مسلمان مارے گئے ہیں وہ شہید ہوئے یا نہیں؟

(۹۹) شہید ہوئے تو کیوں اور نہیں ہوئے تو کیوں؟

(۱۰۰) اگر یہ شہید ہیں تو ان کیلئے ایصال ثواب کرنا یعنی تیجہ چالیسواں ہندوستان میں کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۱۰۱) جب کہ یہ معلوم ہے کہ پاکستان کے جملہ مسلمان مسٹر محمد علی جناح کو مسلمان سمجھتے ہیں تو بنگلہ دیش کے حصول میں جو مارے گئے وہ آپ کے نزدیک کیسے شہید ہوں گے، مدلل کیجئے۔

(۱۰۲) ہندوستان کی جنگ آزادی کے سب سے بڑے رہنما گاندھی جی کو مہاتما گاندھی کہنا کفر ہے یا نہیں؟

(۱۰۳) اور جن لوگوں نے ان کو مہاتما گاندھی کہا وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟

(۱۰۴) جو ہندوؤں کو برادر وطن یا اپنا بھائی کہے وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

(۱۰۵) قربانی گاؤ یہ شعائر اسلام میں سے ہے یا نہیں؟

(۱۰۶) اگر شعائر اسلام میں ہے تو اس کی بندش کی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

(۱۰۷) حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اجل حضرت مولانا گنج مرادآبادی قدس سرہ) جن کو اعلیٰ حضرت نے کافر لکھا ہے ایسی صورت میں حضرت گنج مرادآبادی قدس سرہ کیلئے آپ کا کیا فتویٰ ہے بلا تقیہ بیان کیجئے۔

(۱۰۸) مبلغ رضاخانیت مولوی عتیق الرحمان تلسی پوری کے ماں باپ اہل حدیث تھے آپ ان کے نسب کیلئے کیا کہتے ہیں؟

(۱۰۹) عتیق الرحمان صاحب کے نواسے اور نواسیاں صحیح النسب ہوں گی یا نہیں؟

(۱۱۰) ایسی صورت میں جب کہ عتیق الرحمان صاحب نے اپنی لڑکیاں اہل حدیث اور دیوبندیوں کو دیدی ہیں وہ خود مسلمان رہے یا نہیں؟

(۱۱۱) یقیناً عتیق الرحمان صاحب نے مسلمانوں کو اپنی بیٹیاں بیاہی ہوں گی آپ کے نزدیک بھی وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟ (۲۹ رجون ۱۹۷۱ء)

مندرجہ بالا سوالات کا تعلق بڑے خاں صاحب فاضل بریلوی اور دیگر رضا خانی

مولویوں کی کتابوں کے مندرجات اور تحریروں سے ہے۔کوئی مذہبی تنظیم اور سیاسی جماعت ایسی نہیں ہے جس پر رضاخانیوں نے کفر کے تیر نہ برسائے ہوں۔لیکن وہ اپنی تضاد بیانیوں سے خود کفر کے دائرے میں آجاتے ہیں۔اس لئے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ یہ سوالات مرتب کر کے ان کے پاس بھیجے گئے۔ان سوالات کے جواب بھی اسی نوعیت کے ہیں جس طرح وہ گذشتہ دنوں میں جواب دیتے رہے۔پھر بھی چند جوابات ہم بطور نمونہ نقل کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین تذبذب کا شکار نہ ہوں کہ رضاخانیوں نے نہ جانے کیا کچھ جواب دیا ہوگا۔

(۱)یہ افتراء ہے۔

(۲)رسل بمعنی خاص بمعنی صاحب شریعت جدیدہ کی شہادت ثابت نہیں اور نہ اس کے انکار پر محذور شرعی۔

(۳)حرمین طیبین پر روافض کی حکومت رہ چکی ہے اور آپ کے میاں گنگوہی جی کا بیان تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۶۱ پر ہے اس کے بعد بت پرستی عرب میں شروع ہو گی۔

(۴)حضرت عبدالرحمان قاری کی تکفیر کسی نے نہیں کی۔

(۷)سوالات کو فتوی سمجھنا آپ کے مولویوں کی علمی استعداد کا نمونہ ہے۔اپنی قسمت کو روئیں۔

(نوٹ)اس ہنگامہ کی ساری ذمہ داری عبدالحفیظ رحمانی صاحبا آپکے سر ہے کہ ہمارے جلسہ میں آپ ہتھیار بند آدمیوں کیساتھ حملہ کرنے کی نیت سے آکر چھیڑ چھاڑ کی۔مولانا مظفر حسین صاحب کچھوچھوی ذمہ دار ہوئے یا آپ؟

(۸)شوکت علی فہمی آپ کے مقتدا و پیشوا ہوں گے ہمارے نہیں۔کیا ہر حلال چیز کا کھانا ضروری ہے۔(۱۰۶ الغایہ ۱۱۰)آپ پر معلوم نہیں کیوں ایسی بدحواسی طاری ہے کہ آپ جگہ جگہ عورتوں کی طرح گنتیاں بھولتے جارہے ہیں یہ ہمارے قاہر ایرادات کے گھاؤ کا نتیجہ ہے کیا؟

مولانا عتیق الرحمان صاحب تلشی پوری کے بارے میں آپ نے جو سوالات کئے ہیں اسکے بارے میں تحقیق نہیں۔افسوس وہ چار دن سے تشریف فرما تھے۔معلوم نہیں کن مصلحتوں سے وہ تشریف لے گئے۔

(۳۰/جون ۱۹۷۱ء)

رضا خانیوں کے سوال و جواب کی نوعیت سے تو ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ پھر بھی ہم نے الزام سے بچنے کیلئے چند جوابات نقل کر دیئے ہیں ان جوابات سے ہی اس فرقہ کی بوکھلاہٹ عیاں ہے۔ چنانچہ اس نے ازسرنو اپنے سوالات دہرائے اور یہ لکھا کہ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سچائی تو یہ ہے کہ جب بغض و عناد اور سرکشی و تمرد کی بناء پر کوئی کچھ سمجھنے کیلئے تیار نہ ہو تو اس کو سمجھایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ مناظرہ کا جو اصل موضوع تھا۔ رضا خانی فرقہ روز اول کے اول وہلہ سے اس سے گریز کرتا رہا۔ میں نے سوچا کہ بساط اٹھنے سے پہلے میں ان کو پھر یاد دلا دوں کہ مناظرہ کی بنیاد کیا ہے اور چونکہ سارے مسائل اسی محور پر گھوم رہے ہیں اس لئے پہلے بنیادی عقائد و مسائل حل کر لئے جائیں اس کے بعد دیگر مسائل پر گفتگو کیجائے۔ چنانچہ میں نے لکھا۔

(۱) آپ کا دھرم تو یہ ہے نا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل، نائب مطلق ہیں حلت و حرمت کا کلی اختیار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہی حاصل ہے۔ جنت و دوزخ کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئی ہیں۔ رزق و خیر کی تقسیم آپ ہی کے دربار سے ہوتی ہے۔ فرمایئے آپ کے ان عقائد کا ثبوت بھی کہیں کتاب وسنت میں ہے؟

(۲) کفر وارتداد یقیناً آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک شہادت رسل وانکار قرآن کا کفری بار جو آپ کے اعلیٰ حضرت پر لدا ہے چشم بصیرت وا کر کے اس کو دیکھتے اور توبہ کر کے صراط مستقیم تھام لیتے۔

حفظ الایمان کی عبارت کے بارے میں آپکو جو غلط فہمی ہے اسکا جواب بارہا دیا جا چکا ہے، مگر ضد کا کیا ٹھکانا۔ البتہ آپ اب تک اپنے اعلیٰ حضرت کے سر سے توہین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کفری بوجھ نہ ہٹا سکے۔ دور از کار باتوں میں الجھنے سے کیا فائدہ؟ شاید آپ سوچتے ہوں کہ آپ کو اس طرح چھٹکارا مل جائے گا مگر یہ خیال خام ہے فرار کے سارے راستے بند ہو چکے ہیں۔

۳۔ یہ عقیدہ کیا کلام الٰہی و فرمان نبی کی حدود کا شاہکار ہے یا نہیں؟

اس بنیادی سوال سے رضاخانی شروع سے ہی گریز کرتے آئے ہیں اس لئے کہ اس میں کسی طرح کی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ عقائد کا تمام تر تعلق کتاب وسنت سے ہے۔ کسی فقیہ۔ عالم و شیخ کے اقوال سے عقیدہ کا ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکتا ہے اور عقیدہ کے سلسلہ میں اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں پہنچتا۔ چنانچہ دنیائے رضاخانیت نے سوچ سمجھ کر جو جواب لکھا وہ یہ ہے۔

"آپ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک اور مختار نہیں تو پھر آپ اپنے عقیدے سے ہٹ کر اپنی ملکیت کا اعلان کیسے کررہے ہیں۔"

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ عقیدہ کا ثبوت فراہم کرنے پر کیا جواب ملا۔ ظاہر ہے کہ جب یہ عقیدہ بے بنیاد اور غیر اسلامی ہے تو اس کا ثبوت کتاب وسنت میں کہاں ملے گا۔ چنانچہ ہم نے چھ آیات کریمہ اور دو احادیث پیش کرکے پوچھا کہ ان میں کیا کہا گیا ہے۔ ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث آپ بھی ملاحظہ فرمالیں پوری تحریر چار صفحات پر مشتمل ہے اس لئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء (آیت کریمہ)

(۲) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قام رسول الله صلی الله علیه وسلم حین انزل علیه وانذر عشیرتک الاقربین فقال یا معشر او کلمته نحوها اشتروا انفسکم لااغنی عنکم من الله شیئا یا عباس بن عبد المطلب لا اغنی عنک من الله شیئا یا صفیة عمة رسول الله لا اغنی من الله شیئا ویا فاطمة بنت محمد سلینی من مالی ماشئت لااغنی عنک من الله شیئا.

اس کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ آخر کار بکواس اور گالی گلوچ میں اور تیزی آ گئی پرانے سوالات دہرائے جانے لگے اور حفظ الایمان کی عبارت پیش کر کے شد و مد کے ساتھ کہا گیا کہ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا؟ مقصد یہ تھا کہ حفظ الایمان کا جواب اگر تسلیم کرلیا گیا تو سارا کفر اپنے اوپر لوٹ آئیگا اور اپنے ہی الفاظ میں شکست تسلیم کرنی پڑے گی۔ اس لئے جواب کو تسلیم نہ کرنا رضا خانیت کے حق میں مفید ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ رضا خانیوں کی تحریر۔

> مناظرہ سے فرار کی نئی نئی راہیں نہ ڈھونڈھئے ہمارے علمی سوالات کے بوجھ سے دبے بھنچے ہوئے ہیں حتیٰ کہ سانس ڈکار تک نہیں لے پاتے اگر کچھ ہمت اور علمی صلاحیت ہو تو لایعنی باتوں کے بجائے علمی باتوں میں لگ جائیے اور ہمارا وہ سوال کہ حفظ الایمان کی عبارت میں کفر ہے اور تھانوی کافر ہے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں بسط البنان کی صحیح نقل پیش کیجئے۔ ان کے جوابات سے فراغت کے بعد پھر کسی اور موضوع کو اپنانے کی کوشش کیجئے ورنہ یہ آپ کا فرار اور آپ کی شکست و ہزیمت کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

(۳۰/جون ۱۷۱ء)

بھلا اس ہٹ دھرمی اور آفتاب کی روشنی سے انکار کو کیا کہا جائے جی تو نہیں چاہتا ہے کہ مزید تحریریں نقل کیجائیں لیکن دو ایک تحریروں کا نقل کرنا ناگزیر ہے۔ اس ہرزہ سرائی کے جواب میں راقم الحروف نے لکھا تھا کہ

> بے پر کی اڑانا یقیناً آپ کا جماعتی ورثہ ہے، شرکیات و بدعات بے پر نہیں ہوتے تو کیا پر دار ہوتے ہیں۔ آپ اور آپ کے بزرگ تو انہیں کی سرپرستی فرما رہے ہیں نا! ہم بھی خوب سمجھتے ہیں کہ آپ کا دم آخر ہے۔ سکرات طاری ہے اور دیکھتے دیکھتے آنجہانی کا خطاب لینے والے ہیں۔ اچھا ہوا کہ آپ کسی کے پہنچانے سے گھر پہونچ گئے ...... جی ہاں آپ کے اعلیٰ حضرت کا کلام بالکل مصرح ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلئے آپ کو کھلے دل سے اقرار کر لینا چاہئے کہ بڑے خانصاحب بریلوی نے کفر

کا ارتکاب متعدد بار کیا ہے۔ ان کے اتباع میں آپ اپنا ایمان کیوں کھور ہے ہیں۔ ہم آپ کی جسارت دلیری کی داد بار بار دے چکے ہیں۔ اب آپ کو اس جدید انکشاف پر پھر آفریں کہنے کو جی چاہتا ہے کہ اپنے اعلیٰ حضرت کو بچانے کی فکر میں مفسرین کو بھی شہادت رسل کا منکر بنا دیا۔ ذرا ہمت کر کے ان مفسرین کا نام تحریر فرمادیں جنہوں نے شہادت رسل کا انکار کیا ہو۔ کہیں آپ کے معروف مفسر تو نہیں ہیں۔ یقیناً وہی ہیں اور کسی معتبر مفسر نے بھلا کیوں ایسی فحش غلطی کا ارتکاب کیا ہوگا۔ یہ حضرات مفسرین پر آپ کا بہتان وافتراء ہے۔

شیخ الہند رحمہ اللہ کے تذکرہ کے ساتھ آپ نے ''ایک لفظ کا تنکا تو آپ نے دیکھ لیا'' لکھ کر اعتراف تو کر لیا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت سے یہ جرم عظیم سرزد ہوا۔ اب وہ ساعت بھی دور نہیں جب آپ شہادت رسل کا انکار۔ توہین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تکفیر صحابی، توہین رسل کا اعتراف کر کے ہدایت کی راہ اپنائیں گے۔

حفظ الایمان کی جس عبارت پر آپ کو غلط فہمی ہے اسکا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ بسط البنان سے بسط ہو جانا چاہئے تھا مگر اس کے باوجود ہم نے مزید تسلی بخش حل پیش کیا ہے۔ اب آپ نہ سمجھیں تو یہ قصور فہم کی بات ہوگی۔ گو مصنف کی توضیح کے بعد چنداں ضرورت نہ تھی کہ وضاحت کی جاتی کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں، تحذیر الناس کی عبارت یقیناً آپ کے فہم وعقل سے بالاتر ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت کے اجماعی معنی سے ہرگز گریز نہیں کیا ہے بلکہ اپنے واضح دلائل کے ذریعہ عقیدۂ ختم نبوت کو تقویت پہنچائی ہے آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ آپ کا قصور فہم ہے تحذیر الناس پر ایک نظر اور ڈال لیجئے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ براہین قاطعہ کی بے غبار عبارت تو آپ کو کھٹک گئی مگر اپنے اعلیٰ حضرت کی توہین رسول نظر نہ آئی، وسیع تر والی عبارت فراموش ہوگئی.........

اس مناظرہ کی روداد جب شائع ہوگی اور آپ کی تحریریں آپ کے کرتوت ظاہر ہوں گے اس وقت پھر دنیا فیصلہ کریگی کہ دجل وفریب کس کا حصہ ہے؟

طلوع آفتاب کے بعد آفتاب کی موجودگی کی دلیل اور دلیل مانگنا محض حماقت ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤمن کامل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ہاں آپ کو آفتاب دکھائی نہ دیتا ہو یہ کج بصری ہے۔ اس کا شکوہ کہاں تک کیا جائے۔

کسی کو یوں ہی کافر و مرتد کہہ دیا جائے اس کا انجام حدیث پاک میں نظر آیا ہوگا کہ لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک (رواہ البخاری)

آپ کو شکایت ہے کہ ہمیں کامیابی کا یقین کیوں ہے؟ آپ نے سنا ہوگا الحق یعلو ولا یعلیٰ یاددہانی کے بعد شاید شکایت نہ ہو

(۳۰ رجون ۱۹۷۱ء ۶ بجکر ۳۰ منٹ شام)

یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رضاخانی فرقہ گالیوں میں اپنی فتح وظفر درج کرانے میں پیش پیش ہے ہم کھلے لفظوں میں گالیوں دشنام طرازیوں۔ ہفوات، ہرزہ سرائی اور بکواس میں اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں۔ اگر رضاخانیوں کے پاس گالیاں بھی نہ ہوں تو عوام کو اپنے دام تزویر میں کس طرح پھنسائیں گے۔ گالیوں کی بھرمار کرکے عوام کو بتاتے ہیں کہ اگر ہم مضبوط نہ ہوتے تو اس طرح کیوں کہتے۔ ایک تحریر ملاحظہ فرمایئے۔

اس کے بعد ہم اپنی ایک تحریر پیش کرکے مناظرہ کے التواء کا منظر آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

آدمی دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھ پاتا۔ آپ جس بازاری گالی پر اتر آئے ہیں یہ آپ کی شرافت بھی ہے اور وراثت بھی۔ یہ سوقیانہ پن آپ کو مبارک ہو۔ ہم مناظرہ کے رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں علمی ثقاہت ودیانت کی گراوٹ جو خود عجز وہزیمت کا اعلان ہے۔ ہم نے کبھی اس نوع کی پہل نہیں کی ہے۔ محض عطائے تو

لقائے تو کے مطابق آپ کو راہ پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اب ہم بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ اگر آپ اناڑی اور گھامڑ نہ ہوتے تو کسی عقل والے کو آگے پیچھے ڈھونڈھنے نہ جاتے۔ آپ مایوس نہ ہوں بہت گھنٹہ لٹک رہا ہے۔ رہ گیا عقل کا نیچا ہونا اور وہاں تک پہنچنا تو یہ خانقاہ گنگوہ کی قدیم روایت ہے۔ (۳۰؍جون ۷۱ء)

آخر میں ہم اپنی ایک تحریر نقل کر کے آپ کو اختتام مناظرہ یا التواء مناظرہ دکھائیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے راقم الحروف کی تحریر۔

بیچتے ہو ناموس دین مصطفیٰ

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے طبقے موجود رہے ہیں جنھوں نے صدائے اسلام کو ہر ممکن تدبیر، طاقت وشورش سے ناکام بنانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہا اور موجودہ صدی میں بھی یہ ناپاک تحریک محض شکم پروری اور عیش پرستی کیلئے چل رہی ہے۔ جی یہ آواز کئی دن سے کانوں میں آرہی ہے کہ غاصبانہ طور پر حاصل کئے ہوئے مال سے پیٹ کا ایندھن پہنچایا جارہا ہے اور دردر کشکول پھر رہا ہے۔ سچ ہے اذا فاتک الحیاء فاصنع بماشئت.

آپ کو اپنی کج ادائی اور حیا سوزی کے طفیل حق ہے جو چاہیں کہیں۔ بکواس بازی کا کیا جواب ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت اور دیگر نام نہاد مولویوں کی کتابیں خرافات وکفریات کا پٹارا ہیں۔ تکفیر کی مشین آپ کے یہاں لگی ہوئی ہے جس کا نشانہ دنیا کے سب ہی مسلمان ہیں اور خود ان کتابوں کے مصنفین اپنے ہی اقوال کی زد میں آچکے ہیں اور تکفیر کی فائرنگ ہو چکی ہے فیا للعجب۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ توہین رسول۔ تکفیر صحابی، انکار قرآن، شہادت رسل کا انکار اور تکفیر مسلمین آپ کا اور آپ کی جماعت کا محبوب مشغلہ ہے۔ غیر اللہ کو خدائی میں شریک بنانا، بدعات کو رواج دینا، نت نئی باتوں کو امور دین میں شامل کرنا، اپنی جماعت کے لوگوں کی قبروں میں روضۂ اطہر کی خوشبو محسوس کرنا، یہ آپ اور آپ کی جماعت کا شیوہ ہے۔

غلط اور جھوٹا پروپیگنڈہ، قانون شکنی آپ کا وطیرہ ہے اس سے ہمیں انکار نہیں۔آپ ہماری اصول پسندی سے خوب واقف ہیں۔اسی کے نتیجے میں آپ کو موقع مل گیا آپ کو موقع مل گیا کہ ناجائز خلاف قانون پروپیگنڈہ کیا جائے۔اور پبلک کو بہلا کر اپنی کامیابی کا ہوا اڑا دیا جائے لیکن آپ کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوسکی اور یہ ناجائز پروپیگنڈہ آپ کے منہ پر پلٹ کر رہا اور ہر سوجھ بوجھ والے نے یہ محسوس کرلیا کہ اس پروپیگنڈہ کے تحت کون ساز ہر ہے۔بوکھلاہٹ اور ناکامی کو چھپانے کا یہ ایک ایسا حربہ ہے جس کو طفل تسلی سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے۔

ہمیں آپ کی وہ حرکت مذبوحی خوب یاد آرہی ہے جب تقریری مناظرہ کیلئے آپ کسی طرح آمادہ نہیں ہورہے تھے۔اور نہ آج تک ہوئے اور اگر تیار ہیں تو آیئے رجسٹریشن کو منسوخ کر کے نئے شرائط اور دیگر تفصیلات طے کرلی جائیں۔یہ تحریریں جب منظر عام پر آئیں گی۔ اس وقت ناظرین پر آپ کا یہ پروپیگنڈہ فاش ہوکر رہیگا کہ آپ کی تحریر سنانے کی رٹ لگانے کا کیا حاصل تھا؟

واقعہ یہی ہے کہ اگر تمہیں اپنی صداقت اور سچائی کا یقین ہوتا تو تحریری مناظرہ کے بجائے تقریری مناظرہ پر تیار ہوجاتے اور ہر فرد کے سامنے حق کھل کر سامنے آجاتا......ہم نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ قانون شکنی، عہد شکنی کو آپ کی جماعت نے فتح مبین کا نام دیا ہے۔مگر اب کے شکنجہ ایسا لگا کہ قانون کے دائرہ سے باہر نکلنا دوبھر ہوگیا۔یہی تو پریشانی لاحق ہوگئی کہ اب وہ کونسی تدبیر اختیار کی جائے کہ حلوے مانڈے کی دیگ سلامت رہے۔

آپ کی یہ تحریر حرکت مذبوحی کا وہ شاہکار ہے جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ذرا اس کا جواب دیتے جاؤ کہ برٹش گورنمنٹ کے معتوب کس جماعت کے افراد تھے۔نینی جیل انڈمان، تختۂ دار، مالٹا وغیرہ کس نے آباد کیا؟ کن افراد کی سزاؤں کیلئے یہ جگہیں منتخب کی گئی تھیں۔کیا تحریک آزادی اور طوق غلامی نکالنے کے صلہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے بھی کبھی زبان کھولی اور دار و رسن کیلئے تیار ہوئے؟ ہاں مدت العمر برٹش گورنمنٹ کا

وظیفہ پڑھتے رہے اور تفریق بین المسلمین کا بیڑہ اٹھائے رہے اور آج اس تفریق کا بیڑہ آپ اٹھائے ہوئے ہیں۔ مگر یاد رکھو مسلمانوں نے بھی خوب سمجھ لیا اور آپ کا بھانڈا سر بازار پھوٹ چکا ہے اور دنیائے اسلام کے افراد حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ کی تحریک تبلیغ میں جوق در جوق شامل ہو رہے ہیں اور آپ کی بوکھلاہٹ بڑھتی جا رہی ہے۔ افسوس تو اس پر ہے کہ موضوع سے ہٹ کر واہی تباہی بکواس میں لگے ہو ۔یہی تمہاری ناکامی کی روشن دلیل ہے۔ علماء اہل سنت دیوبند۔ زندہ باد دیابنہ باد۔ (۳۰؍ جون ۱۷ء)

قارئین کرام! آپ کے سامنے دیوبندیوں اور رضا خانیوں کی تحریریں کھلی ہوئی رکھی ہیں۔ خدارا انصاف کیجئے کہ دھاندلی، دشنام طرازی، مغلظات اور ہفوات کا مرتکب کون ہوا ہے؟ اور حق کیا ہے؟ اور حق کی بات کس نے کی ہے؟ فیصلہ آپ خود کریں اسی لئے یہ تحریریں آپکی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ چھ روز و شب کی تحریروں کا حاصل یہی ہے جو آپکے سامنے ہے۔ راقم الحروف نے ابتدائیہ میں ہی عرض کیا تھا کہ تحریریں موضوع سے ہٹ کر لایعنی اور مکررات بہت ہیں۔ ایک ہی بات بار بار دہرائی گئی ہے۔ اور بسا اوقات لفظی گرفتوں اور الفاظ کے الٹ پھیر کی بازی گری دکھائی گئی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر وہ تحریریں نظر انداز کر دی گئی ہیں۔

رزم حق و باطل یعنی روداد مناظرہ بھمن گاؤں ضلع گونڈہ بہت تاخیر سے پیش خدمت ہے۔ لیکن اگر کام کی چیز تاخیر سے ہی منظر عام پر آجائے تو تاخیر کا شکوہ عبث ہو جاتا ہے۔

اس روداد کی اشاعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ حق واضح ہو کر سامنے آجائے اور جو بندگان خدا رضا خانیت کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے ہیں وہ نکل آئیں۔ اور صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں سرخرو حاضر ہوں۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ احقاق حق کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں اور اسی کو ذریعہ نجات بنا دیں۔ آمین۔

عبدالحفیظ رحمانی

لوہرسن۔ ضلع سنت کبیر نگر۔ اتر پردیش

۵ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۳؍ ستمبر ۲۰۰۱ء۔

مرتب کی دیگر تصنیفات

(۱) آثار امام اعظمؒ — ۲۰۰ صفحات
(۲) توریت اور یہود اپنے آئینے میں۔ — ۲۱۲ صفحات
(۳) بائبل اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم — ۲۰۰ صفحات
(۴) امام نانوتوی کے مجاہدانہ کارنامے۔ — ۵۰ صفحات
(۵) تحریک قیام مدارس کا تاریخی جائزہ — ۱۰۰ صفحات
(۶) تصوف کی حقیقت اور اس کے مسائل — ۲۰۰ صفحات
(۷) غیر مقلدین کی خانہ تلاشی — ۱۰۰ صفحات
(۸) عصر حاضر کا فکری بحران — ۸۰ صفحات
(۹) شخصیت اور شاعری — ۶۵ صفحات

غیر مطبوعہ

(۱) رزم حق و باطل زیر طبع — ۲۵۰ صفحات
(۲) تذکرۂ فخر المفسرین زیر طبع — ۱۵۰ صفحات
(۳) عیسائیوں کو دندان شکن جواب زیر طبع — ۱۰۲ صفحات

